8

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

3 مارچ 2004ء — 11 محرم الحرام 1424ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

ایمان کا حاصل:
اللہ پر توکل

اصل ایٹمی حقائق کا انکشاف

حقیقی دشمن کی پہچان

بابائے ایٹم بم پر
جاسوسی کا مقدمہ

انسان کی تلاش

دین حق کے تقاضے

ڈیئر لاہور — چند یادیں

جمہوریت کا خاتمہ

کاروانِ خلافت: منزل بہ منزل

آخر میرا قصور کیا ہے؟

دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر حضرت حسینؓ نے ہاتھ اٹھا دیئے۔ الٰہی! ہر مصیبت میں تجھی پر میرا بھروسہ ہے ہر سختی میں تو ہی میری پشت و پناہ ہے۔ کتنی مصیبتیں پڑیں۔ دل کمزور ہو گیا۔ تدبیر نے جواب دے دیا۔ دوست نے بے وفائی کی۔ دشمن نے خوشیاں منائیں۔ مگر میں نے صرف تجھی سے التجا کیا ور تو نے ہی میری دستگیری کی! تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج بھی تجھی سے التجا کی جاتی ہے۔''

جب دشمن قریب آ گیا تو آپ نے اونٹنی طلب کی۔ سوار ہوئے' قرآن سامنے رکھا اور دشمن کی صفوں کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے اپنا آخری یہ خطبہ دیا: ''لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کر لینے دو۔ اپنا عذر بیان کر لینے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا عذر معقول اور تم اسے قبول کر سکو اور میرے ساتھ انصاف کر سکو تو یہ تمہارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہو گا اور تم میری مخالفت سے باز آ جاؤ گے۔ لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا عذر قبول نہ کرو۔ اور انصاف کرنے سے انکار کر دو تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں' تم اور تمہارے ساتھی ایکا کر لو اور مجھ پر ٹوٹ پڑو۔ مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا اعتماد ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکوکاروں کا حامی ہے۔''

''لوگو! میرا حسب نسب یاد کرو۔ سوچو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو۔ اور اپنے ضمیر کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو۔ کیا تمہارے لئے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا رشتہ توڑنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا اور اُس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا سید الشہداءؓ میرے باپ کے چچا نہ تھے؟ کیا ذوالجناحین حضرت جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں۔ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے ہیں: ''سید اشباب اهل الجنة'' (جنت میں نوعمروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچ ہے اور ضرور سچ ہے۔ کیونکہ واللہ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا تو بتلاؤ' کیا تمہیں برہنہ تلواروں سے میرا استقبال کرنا چاہئے؟ اگر تم میری بات پر یقین نہیں کرتے تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں' جن سے تم تصدیق کر سکتے ہو۔ جابر بن عبداللہ انصاری سے پوچھو۔ ابو سعید خدریؓ سے پوچھو' سہیل بن سعد ساعدیؓ سے پوچھو۔ زید بن ارقم سے پوچھو۔ انس بن مالکؓ سے پوچھو۔ وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بات بھی میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی ہے؟ واللہ اس وقت روئے زمین پر بجز میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔ کیا تم اس لئے مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ میں نے کسی کی جان لی ہے۔ کسی کا خون بہایا ہے۔ کسی کا مال چھینا ہے؟ کہو کیا بات ہے؟ آخر میرا قصور کیا ہے؟

ماخذ: انسانیت موت کے دروازے پر

تحریر: مولانا ابوالکلام آزاد

سورۃ البقرۃ (آیت285)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُO﴾

''(اللہ کے) رسول اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی۔ سب اللہ پر اس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں کہ) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے' اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے پروردگار! ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

ایمان لائے رسول اس چیز پر جو اُن کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی۔ یہ بات غور طلب ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر وحی آئی تو آپؐ نے بغیر کسی اشتباہ کے پہچان لیا کہ یہ بدروح نہیں بلکہ جبرائیل ہیں۔ پہلا تجربہ تھا۔ اس سے پہلے آپؐ نے نہ تو کہانت سیکھی اور نہ اس طرح کی نفسیاتی exercises کیں۔ آپ ﷺ تو کاروباری آدمی تھے اور بھرپور زندگی گزار رہے تھے۔ آپ کے اہل وعیال تھے' گھر بار تھا۔ فطرت تو پہچانتی ہے۔ نبی کی فطرت تو اتنی پاک اور صاف ہوتی ہے کہ اس کے اوپر کسی بدروح کا اثر ہو ہی نہیں سکتا۔ بہرحال ہمارے لئے بڑی تسکین کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ایمان کے تذکرے کے ساتھ ہمارے ایمان کا تذکرہ کیا ہے۔

سب ایمان لائے اللہ پر' اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ سورۃ البقرہ کے اندر یہ دوسرا مقام ہے جہاں ایمان کے اجزاء بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مضمون بھی اس سے پہلے آیت 136 میں بایں الفاظ بیان ہو چکا ہے: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ ''ہم اُن میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے۔'' تفصیل اس کی یہ ہے جن افراد کو نبوت ورسالت سے سرفراز کیا گیا ہم ان میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے بلکہ ان کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ ہاں اُن میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے' جیسا کہ اسی سورت کی آیت 253 میں گزرا۔ ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''یہ رسول ہیں' ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔'' یعنی فضیلت کے درجات الگ الگ ہیں۔ البتہ نبوت ورسالت سے مشرف سب ہی ہیں۔

انہوں نے کہا ہم نے سنا اور مانا۔ اے ہمارے پروردگار ہم بخشش کی درخواست کرتے ہیں' ہم تیرے در پر سوالی ہیں! غُفْرَانَكَ کے ن پر زبر ہے' یہ مفعول ہے' یعنی نَسْئَلُكَ غُفْرَانَكَ اے اللہ ہم آپ سے بخشش مانگتے ہیں اور آپ کی مغفرت کے طلب گار ہیں۔ اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ ایمان بالآخرت بھی آ گیا جس کا ذکر اوپر اجزائے ایمان میں نہیں آیا تھا۔ لوٹ کر جانے کا صاف مطلب ہے کہ حیات دنیا میں کئے گئے کاموں کی جوابدہی کے لئے مالک یوم الدین کے حضور حاضر ہونا ہے۔

اس کے بعد اس سورت کی آخری آیت ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ہر شخص پر انہی چیزوں کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے جن کے کرنے کی اس میں صلاحیت رکھی گئی ہے۔ پھر ایک عظیم الشان دعا سکھائی گئی ہے' جس میں اللہ تعالیٰ سے خطاء ونسیان اور بھول چوک پر مواخذہ اور گرفت نہ کرنے کی التجا کی گئی ہے۔ رحمت اور بخشش کی طلب کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں مدد کرنے کی درخواست بھی کی گئی ہے۔

فرمان نبوی

لوگوں سے سوال نہ کیا جائے

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ رضی اللہ عنه قَالَ : كَانَ رُبَّمَا سَقَطَ الْخِطَامُ مِنْ يَّدِ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : فَيَضْرِبُ بِذِرَاعِ نَاقَتِهٖ فَيُنِيْخُهَا فَيَأْخُذُهٗ قَالَ : فَقَالُوْا لَهٗ :اَفَلَا اَمَرْتَنَا نُنَاوِلُكَهٗ؟ فَقَالَ : ((اِنَّ حَبِيْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَسْاَلَ النَّاسَ شَيْئًا))

(مسند احمد)

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کبھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے (اونٹنی کی) مہار گر جاتی تھی تو وہ اپنی اونٹنی کو بٹھاتے اور پھر مہار پکڑتے۔ لوگوں نے کہا آپؓ ہم کو کیوں حکم نہیں دیتے کہ ہم آپ کو مہار پکڑا دیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا: ''مجھے میرے محبوب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے کوئی سوال نہ کروں''۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

ندائے خلافت

جلد	26 فروری تا 3 مارچ 2004ء	شمارہ
13	5 محرم الحرام تا 11 محرم الحرام 1425ھ	8

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت
ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03
قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ ایشیا افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ کینیڈا آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
☆.☆.☆
''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

اصل ایٹمی حقائق کا انکشاف

دنیا بھر میں ایٹمی پھیلاؤ کے حوالے سے چند تازہ خبریں ہفتہ گزشتہ کے دوران میں آئی ہیں۔ بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی (IAEC) نے اپنی تحقیقات کی روشنی میں انکشاف کیا ہے کہ ایٹمی بلیک مارکیٹ میں صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ امریکہ' آسٹریلیا' بلجیم' چین' جرمنی' جاپان' ملائیشیا' ہالینڈ' روس' جنوبی افریقہ' سپین' سوئٹزر لینڈ اور جنوبی کوریا کی کمپنیاں بھی شامل ہیں۔ ان تحقیقات کے بارے میں آزاد سفارتی ذرائع نے بتایا کہ متعدد امریکی کمپنیوں نے ایران کے ایٹمی پروگرام کے لئے مخصوص آلات فراہم کئے۔ بھارت میں امریکی عہدہ داروں کا کہنا ہے کہ پاکستان کی ایٹمی ٹیکنالوجی ایران' لیبیا اور شمالی کوریا کو پہنچائی گئی۔ آسٹریا کی ایک کمپنی نے یورانیم کی افزودگی کے لئے استعمال کی جانے والی سنٹری فیوج کے لئے مقناطیس فراہم کئے۔ چین نے یورانیم اور فلورائڈ گیس برآمد کی۔ جرمن کمپنیوں نے بھی ایران کو ممنوعہ ٹیکنالوجی فراہم کی۔ اُدھر ملائیشیا میں پولیس سری لنکا کے گروپ سے پوچھ گچھ کر رہی ہے' جس پر ایٹمی پروجیکٹ میں استعمال ہونے والے آلات کی تیاری کا آرڈر دینے کا الزام ہے۔ یہ آلات ملائیشیا کی ایک کمپنی نے تیار کئے تھے جس کا بڑا حصہ دار ملائیشیا کے موجودہ وزیر اعظم بداوی کا بیٹا کمال الدین ہے۔ روس ایران کے نیوکلیئر پروجیکٹ کی تعمیر میں اب بھی مدد کر رہا ہے۔ بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی نے سوئٹزر لینڈ کی 15 کمپنیوں کو ایٹمی پھیلاؤ میں ملوث قرار دیتے ہوئے ان کی فہرست سوئٹزر لینڈ کی حکومت کو فراہم کی ہے۔

مذکورہ اطلاعات کے انکشاف کے بعد پاکستانی اخبارات نے اپنے شذرات اور اداریوں' اور ہمارے دانشوروں اور تجزیہ نگاروں نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور ان کے رفقائے کار کے خلاف حکومت پاکستان کے غیر مہذب سلوک پر اظہار مذمت کیا ہے۔ آئی ایس آئی کے سابق سربراہ (ر) جنرل حمید گل نے سخت الفاظ میں کہا کہ ایٹمی ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کا الزام صرف پاکستان پر نہیں دیا جاسکتا' کیونکہ ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کا آغاز امریکا اور روس نے کیا تھا ان دونوں ملکوں نے اپنے اپنے مفادات کی خاطر اسرائیل جیسے غیر تسلیم شدہ ایٹمی ملک کے علاوہ دوسرے کئی حامی ملکوں مثلاً بھارت کو بھی ایٹمی ٹیکنالوجی چوری چھپے نہیں' بلکہ کھلم کھلا فراہم کی۔ متحدہ مجلس عمل کے سرکردہ رہنما مولانا سمیع الحق نے اظہار رائے کرتے ہوئے کہا کہ سارا یورپ اور امریکا ایک دوسرے کو ایٹمی سائنس اور ٹیکنالوجی دیتے رہے ہیں۔ علم اور نئے انکشافات' ایجادات اور سائنسی نظریات پھیلانا کوئی جرم نہیں ہے۔ اگر ڈاکٹر عبدالقدیر نے ایسا کیا ہے تو شاید وہ یہ سمجھتا ہوگا کہ امت مسلمہ کا دفاع اسی میں ہے۔ اگر دنیا کے اور ممالک ایٹمی علم اور ٹیکنالوجی ایک دوسرے کو پہنچاسکتے ہیں تو اکیلا پاکستان اور ڈاکٹر عبدالقدیر مجرم کیوں ہیں؟

بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے انکشافات ظاہر ہونے کے تین روز بعد ان پر بہترین' غیر جانب دارانہ اور منصفانہ تبصرہ خود ایجنسی کے سربراہ محمد البرادی نے کیا۔ انہوں نے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (ویانا) کے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلم ممالک نے ایٹمی ٹیکنالوجی حاصل کرنے کے لئے یورپی ممالک اور امریکا سے خائف ہو کر ناجائز ذرائع اختیار کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپی ممالک کے ایٹمی تاجروں نے ذاتی مفادات کی خاطر ایٹمی ٹیکنالوجی غیر قانونی طریقوں سے دوسرے ملکوں اور مسلم ملکوں کو فروخت کئے۔ انہوں نے کہا کہ صرف مسلم ملکوں کو ایٹمی پھیلاؤ کا ذمہ دار ٹھہرانا ناانصافی ہے' کیونکہ ایٹمی پھیلاؤ میں درحقیقت یورپ کا ایٹمی مافیا پوری طرح ملوث ہے۔ صرف مسلم ممالک کو ایٹمی پھیلاؤ کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ ایٹمی پھیلاؤ کی حقیقی ذمہ داری ایٹمی کلب میں شامل تمام ملکوں پر عائد ہوتی ہے۔

بین الاقوامی ایٹمی توانائی کمیشن کے سربراہ کے اس اعلان کے بعد حقیقت بہت کچھ صاف اور نمایاں ہوگئی ہے۔ پاکستان میں یہ معاملہ اعلیٰ عدالتوں کے علاوہ اب پارلیمنٹ میں بھی آگیا ہے۔ سینیٹ کے حالیہ اجلاس میں مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے ارکان نے جن خیالات کا اظہار کیا اور جو تجاویز دی ہیں' حکومت کو ان پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے اور ایٹمی پھیلاؤ کے بین الاقوامی مسئلے میں امریکا کے حاشیہ برداری کی بجائے ایک آزاد اور خود مختار ملک کی حیثیت سے باوقار اور ذمہ دارانہ کردار ادا کرنا چاہئے۔ (مدیر انتظامی)

☆سید شہاب الدین ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف انڈیا' نئی دہلی (انڈیا)

آپ نے اپنے موقر جریدے کے 15 جنوری کے شمارے کے اداریئے میں رائے دی ہے کہ دینی مدارس کی قیادت کو اعتماد میں لے کر ایک جامع' خلوص پر مبنی شفاف پروگرام کے تحت انہیں ایسے مجموعی نظام تعلیم کے دھارے میں شامل کیا جائے جو جدید عصری علوم کا نمائندہ بھی ہو۔ آپ کی اس رائے سے دو سوال ذہن میں ابھرے ہیں۔ کیا یہ خود مدارس کی قیادت کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ دینی علوم اور عصری علوم کا ایسا امتزاج تیار کریں جس سے مدارس کے بنیادی مقاصد پر حرف نہ آئے اور طلباء پر دو مکمل نصابوں کا بوجھ نہ پڑے؟ دوسرا سوال ہے کہ کیا سرکاری امداد کے بغیر نصاب تعلیم' اساتذہ کی تقرری اور طلباء کے انتخاب اور مدارس کے انتظام میں حکومت کی مداخلت کے ممکن ہے۔

ہمارے سامنے بھی یہی مسئلہ ہے۔ ہمارے تمام معروف مدارس نے حکومت کی امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے' چونکہ حکومت کے اپنے اغراض و مقاصد ہیں۔ یہ بھی ہمارا تجربہ ہے کہ سرکاری مدارس یعنی ان مدارس میں جنہوں نے سرکاری امداد قبول کی ہے' دینی تعلیم تقریباً ختم ہو گئی ہے یا اس کا معیار بہت گر گیا ہے اور جیسی بدعنوانیاں دوسرے سرکاری دفاتر میں ہوتی ہیں' وہی سرکاری مدرسہ بورڈوں میں بھی رائج ہو گئی ہیں۔

میرے خیال میں بہتر یہ ہے کہ سرکار اسکول' کالج چلائے اور مدارس میں مداخلت نہ کرے اور زمانے کے تقاضوں کے مطابق مدارس خود اپنے نصاب میں ضروری تبدیلیاں کر لیں۔ یونیورسٹیوں سے رابطہ قائم کریں تا کہ کسی مرحلے پر مدارس کے فارغین پڑھائی یا ریسرچ کے لئے داخلہ لینا چاہیں تو برابر کے معیار کے نظام کی بنیاد پر ان کا داخلہ ہو سکے۔

[محترم سید شہاب الدین نے اپنی جس ذاتی رائے کا اظہار کیا ہے' حقیقت میں مسئلے کا حل تو یہی ہے کہ حکومت مدارس کے معاملات میں مداخلت نہ کرے اور مدارس خود زمانے کے تقاضوں کے مطابق اپنے نصاب میں ضروری تبدیلیاں پیدا کریں۔ چنانچہ پاکستان کے اکثر مدارس میں ایسا ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ مدارس صدیوں سے خود مختار رہے ہیں اور کسی قسم کی سرکاری امداد کے بغیر اپنے انتظامات و اخراجات کامیابی سے چلاتے رہے ہیں' لیکن حصولِ آزادی کے بعد منظر میں کچھ تبدیلیاں آئی ہیں۔ اب ضروری ہو گیا ہے کہ مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو سرکاری ملازمتوں اور دوسرے عہدوں اور خدمات کے لئے سکولوں اور کالجوں سے فارغ ہونے والے طلبہ کے معیار کے برابر خیال کیا جائے جو کہ دورِ غلامی میں ممکن نہ تھا۔ دونوں تعلیمی نظاموں میں مسابقت کی بجائے مفاہمت پیدا کرنے ضرورت ہے۔ بھارت اور پاکستان میں ایک بنیادی فرق بھی ہے۔ بھارت ایک سیکولر ملک ہے' جبکہ پاکستان نے خود کو ''اسلامی مملکت'' قرار دے رکھا ہے' لہٰذا حکومت پاکستان سے یہ توقع رکھنا عبث نہیں کہ وہ مدارس کی علمی اور دینی اہمیت کو صدق دل سے تسلیم کرے اور کالج اور مدرسے کے ماحول' نصاب اور خدمات میں مطابقت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔ پاکستان چونکہ اعلانیہ ایک اسلامی مملکت ہے' لہٰذا حکومت کے کردار کو محض غیر جانب داری کے کھاتے میں نہیں ڈالنا چاہئے۔ مدیر]

☆ سید افتخار' شعبہ انگریزی' قرآن اکیڈمی' ماڈل ٹاؤن' لاہور

''ندائے خلافت'' کے شمارے نمبر 34 (2003ء) میں سلطان ناصر الدین محمود غلجی کے بارے میں اسم ''محمدؐ'' بے وضو نہ پکارنے اور ان کی ملکہ کے گھر کے تمام کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنے کا ذکر کیا گیا تھا۔ اسی طرح شمارہ 7 (2004ء) میں محترمہ رعنا ہاشم خان کے مضمون ''نوادرات'' میں سلطان شمس الدین التمش کا ذکر ہے کہ انہوں نے کبھی عصر کی نماز قضا نہیں کی تھی۔ مسلمان سلاطین کے بارے میں ایسے سبق آموز اور دین پر سچے دل سے عمل کرنے والے واقعات اب کبھی کبھی پڑھنے کو ملتے ہیں' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ ویسے نہ تھے' جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہندوستان پاکستان ہو یا کوئی اور مسلم ملک' وہاں مغربی استعمار کے زمانے میں ماضی کی تاریخ کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ مسلمان حکمرانوں کی کردار کشی بری طرح کی گئی۔ ان کی اچھی باتوں کو بھی برائی کہا گیا۔ حصولِ آزادی کے بعد یہ حکومتوں اور مورخوں کا کام تھا کہ وہ من گھڑت الزامات کے افسانوں کی تردید کرتے ہوئے مسلمان حکمرانوں کا وہ چہرہ بھی دکھائیں جو ہماری نظروں سے اوجھل کر دیا گیا ہے' صرف اُن کی آمرانہ روش دکھانا ایک سازش ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ کسی مستند کتاب یا حوالہ جات سے یا اُن کے اقتباسات سے اس خاکسار کو بھی مستفید ہونے کا موقع فراہم کریں۔ مدیر انتظامی ''ندائے خلافت'' کی وساطت سے مجھے مطلع فرمایئے۔ ممنون ہوں گا۔

☆ محمد اقبال. کرنب کیسول وال' تحصیل گوجر خان' ضلع راولپنڈی

میں ''ندائے خلافت'' کے ساتھ ساتھ ماہنامہ ''میثاق'' بھی پڑھتا ہوں۔ ''میثاق'' کے جنوری کے شمارے میں تمام مضامین معلوماتی اور اسلامی ہیں' لیکن خاص طور پر الجزائر کے بارے میں جو مضمون ہے' وہ بہت ہی پسند آیا' اس لئے کہ مسلم تاریخ کا بہت زیادہ دل دادہ ہوں۔ میں نے الجزائر کا صرف نام سن رکھا تھا' یہ معلوم نہ تھا کہ الجزائیوں نے فرانس سے آزادی حاصل کرنے کے لئے جو قربانیاں دی ہیں' وہ کسی طرح مسلمانانِ ہند کی قربانیوں سے کم نہیں ہیں۔ اندلس اور ہسپانیہ سے مسلمانوں کے اخراج کے بارے میں بھی ایسا معلوماتی مضمون شائع کیا جائے۔ ''ندائے خلافت'' میں مسلم تاریخ سے متعلق معیاری اور معلوماتی مضامین شائع کئے جائیں تو نوجوانوں کو اپنی تاریخ سے رغبت ہو سکتی ہے۔

☆ آفتاب حکیم قریشی' ٹرنک بازار' سیالکوٹ

''ندائے خلافت'' کی اشاعت (18 فروری) کے سرورق پر ''نعرۂ تکبیر'' کے عنوان سے آپ نے پروفیسر سید محمد سلیم مرحوم کے ایک مضمون کا اقتباس شائع کیا ہے جو کہ جذبات ہونے کے ساتھ ساتھ معلومات افروز بھی ہے' لیکن ایک غلطی کی نشان دہی کی جسارت کر رہا ہوں' جسے چراغ تلے اندھیرا کہنا چاہئے' کیونکہ اگر پروفیسر صاحب سے غلطی رہ گئی تھی' تو وہ آپ کو درست کر لینی چاہئے تھی۔ پروفیسر صاحب نے لکھا کہ ''اذان میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا معنی خیز نعرہ ہر مسجد سے بلند کیا جاتا ہے......اور یوں اللہ اکبر دن میں بیس مرتبہ ہر مسجد کے مینار سے دہرایا جاتا ہے۔''

محترم! اذان میں چار مرتبہ نہیں' بلکہ چھ مرتبہ اور دن میں بیس مرتبہ نہیں' تیس مرتبہ نعرۂ تکبیر بلند ہوتا ہے۔ تصحیح فرما لیجئے۔

تحریک پاکستان کا تاریخی و سیاسی پس منظر'
اسلامیانِ پاکستان کا تہذیبی و ثقافتی پس منظر

اسلام اور پاکستان

مجلد 40 روپے' غیر مجلد 20 روپے

برصغیر پاک و ہند میں

اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل

اور اس سے انحراف کی راہیں

اعلیٰ ایڈیشن 48 روپے

ایمان کا حاصل: اللہ پر توکل اور بھروسا

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 13 فروری 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

الحمدللہ آج ہم نے سورۃ الکہف کا آغاز کرنا ہے۔ پچھلے جمعہ اللہ کے فضل اور اس کی تائید سے سورۂ بنی اسرائیل کا مطالعہ مکمل ہوا اور اب ہم اسی طریقے سے سورۂ کہف کی ایک ایک آیت کا مطالعہ کرتے ہوئے اور مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمائے۔ (آمین)

سورۃ الکہف کی عظمت اور فضیلت پر بہت سی روایات ملتی ہیں' خاص طور پر دجالی فتنے کے بچاؤ کے لئے یہ سورت بہت مؤثر ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں یہ بات آئی ہے کہ جو شخص اس سورت کی ابتدائی دس آیات حفظ کر لے وہ دجالی فتنے کے اثرات سے محفوظ رہے گا۔ حفظ کا جو مفہوم اس وقت سمجھا جاتا تھا وہ ذہن میں رہنا چاہئے۔ صحابہ کرامؓ جب قرآن کے کسی حصے کو حفظ کرتے تھے تو اس کا مفہوم' تشریح اور وضاحت بھی ان کے حافظے میں محفوظ ہوتی تھی' بلکہ اس کے آگے ان کی کوشش ہوتی تھی کہ ان آیات پر عمل بھی ان کے سیرت و کردار میں محفوظ ہو جائے۔ لہٰذا حفظ سے مراد یہ ہے کہ الفاظ سینے میں محفوظ ہوں' مفہوم ذہن میں ہو اور عمل کردار کا جزو بن جائے۔ اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ جو شخص اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت کرے وہ ایک ہفتہ تک ہر فتنے سے محفوظ رہے گا' بشمول دجالی فتنے کے۔ جو شخص جمعہ کے روز اس کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے قدم سے لے کر عرشِ معلی تک نور عطا فرمائیں گے۔ جیسے قرآن میں اللہ نے فرمایا: "اس دن اہل ایمان کا نور ان کے سامنے اور دائیں جانب دوڑتا ہوگا۔"

حضرت اسید بن حضیرؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک رات کو یہ سورۃ پڑھ رہے تھے کہ ایک ابر یا غبار کی مانند چیز نے انہیں ڈھانپ لیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: "یہ سکینت ہے جو قرآن کے لئے نازل ہوئی۔" یہ اس کی فضیلت اور عظمت کے بارے میں روایات تھیں۔ جہاں تک اس کے شان نزول کا تعلق ہے یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف جڑواں سورتیں ہیں اور ان کے جڑواں ہونے کی بہت سی علامات ہیں۔ شان نزول کے اعتبار سے جو بات ان میں مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہود نے سردارانِ قریش کو یہ پٹی پڑھائی کہ تم رسول اللہ ﷺ سے امتحاناً تین سوال کرو۔ پہلا یہ کہ اصحاب کہف کون تھے' دوسرے ذوالقرنین کی تاریخی حیثیت کیا ہے اور تیسرا سوال روح کے بارے میں کرو۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: میں کل اس کا جواب دوں گا۔ اس وقت آپؐ سہواً ان شاء اللہ کے الفاظ کہنا بھول گئے' کیونکہ جبرئیل علیہ السلام ان دنوں روزانہ ہی وحی لے کر آتے تھے۔ لیکن جبرئیل علیہ السلام پندرہ روز بعد اس آیت کے ساتھ تشریف لائے کہ ہرگز یہ نہ کہنا کہ میں لازماً یہ کام کل کر لوں گا مگر ان شاء اللہ کے ساتھ۔ سورۂ کہف میں اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں سوالات کے جواب موجود ہیں اور روح کی حقیقت کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں موجود ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کا آغاز تسبیح باری تعالیٰ سے ہوا اور سورۂ کہف کا آغاز تحمید باری تعالیٰ سے ہوا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ تسبیح و تحمید سے میزان معرفت بھر جاتی ہے۔ دونوں سورتوں میں قصہ آدم و ابلیس کا ذکر ہے اور یہ دونوں سورتیں حجم کے اعتبار سے بھی مساوی ہیں۔ دونوں میں بارہ بارہ رکوع ہیں۔ ایک سورۃ 110 آیات پر مشتمل ہے اور دوسری سورۃ 111 آیات پر مشتمل ہے۔ یہ چند مشابہتیں ہیں جن کا یہاں پر ذکر آیا۔ اب ہم اس کا باقاعدہ مطالعہ شروع کرتے ہیں۔

"سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔"

تمام تعریفیں اور تمام شکر اللہ کے لئے ہے۔ اس کی اپنے بندے پر جو نعمتیں ہیں ان میں سب سے بڑی نعمت اور تحفہ یہ قرآن پاک ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ پر اللہ کا یہ بہت بڑا فضل ہوا کہ آپؐ پر اللہ نے یہ کتاب نازل کی۔ قرآن اتنی عظیم اور بابرکت کتاب ہے کہ جس رات کو یہ نازل ہوئی وہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور اگر اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارا جاتا تو تم دیکھتے کہ یہ پہاڑ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ سورہ یونس میں فرمایا: هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یعنی جو کچھ تم جمع کرتے ہو ان میں سے سب سے بہتر' افضل اور اعلیٰ یہ قرآن ہے۔ قرآن کی شان یہ ہے کہ اس میں اللہ نے کوئی کجی یا ٹیڑھ نہیں رکھی۔ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی عبدیت کو بھی نمایاں کیا گیا ہے کہ اللہ نے یہ عظیم کتاب اپنے بندے پر نازل فرمائی۔ عبدیت میں اپنائیت ہے اس لئے یہ مقام روحانی طور پر بہت بلند ہے۔ آگے فرمایا:

"یہ (کتاب) سیدھا راستہ بتانے والی ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے سخت عذاب (یا بہت بڑی جنگ) سے ڈرائے' اور ان مومنین کو جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دے دیجئے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے جس میں وہ دائمی رہیں گے۔"

یہ کتاب مستقیم ہے۔ قَیِّمًا کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ نگران بھی ہے سابقہ کتابوں پر' یعنی سابقہ کتابوں میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں اسے قرآن کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ اگر سابقہ کتابوں کی کوئی بات قرآن سے Contradict کرے تو وہ تحریف ہوگی' کیونکہ قرآن مجید فرقان حمید ہے' یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ اللہ کی کتاب کا اصل مقصد لوگوں کو خبردار کرنا اور خوشخبری دینا ہے' جس طرح رسولوں کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا جاتا تھا۔ رسولوں کا بھی یہی کام ہوتا تھا کہ نافرمان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے خبردار کریں اور مومنین کو ہمیشہ کی زندگی میں اچھے اجر کی بشارت دیں۔ اس آیت میں "بَأْسًا شَدِيْدًا" سے مراد وہ بہت بڑی جنگ بھی ہو سکتی ہے جس سے نبی اکرم ﷺ نے احادیث میں مطلع کیا ہے۔ احادیث میں ہے کہ قیامت سے قبل مسلمانوں اور کافروں

⇦

کے درمیان ایک بہت بڑی جنگ ہوگی' جسے احادیث میں الملحمۃ العظمٰی اور انجیل میں آرمیگاڈان کہا گیا ہے۔

آگے فرمایا:

''اور (یہ قرآن) ان لوگوں کو بھی خبردار کرے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے۔ ان کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں اور نہ ان کے باپ دادا ہی کو تھا (یہ) بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور کچھ شک نہیں) یہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے۔'' (آیت 4'5)

عیسائیوں سے پہلے سابقہ اقوام و امم میں بھی کچھ لوگوں نے اللہ کے لئے اولاد کا تصور قائم کیا جو بدترین شرک ہے۔ مثلاً مشرکین عرب نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا۔ یہود کے ایک فرقے نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ لیکن عیسائیوں کا جرم سب سے بڑا ہے۔ انہوں نے حضرت عیسٰی کو (معاذ اللہ) اللہ کا صلبی بیٹا قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان کی یہ گمراہی بغیر کسی دلیل کے تھی اور یہ بہت بڑی گستاخی کی بات ہے۔ اس کے عواقب و نتائج بہت خطرناک ہوں گے۔ دجالیت کا اصل سبب ابنیتِ مسیحؑ کا عقیدہ ہی ہے۔ قرآن مجید تو غور و فکر اور سائنس کے علم کے حصول سے منع نہیں کرتا۔ لیکن عیسائیت میں ایسے بے سروپا باتوں کی وجہ سے لوگ مذہب سے بیزار ہو گئے اور یوں سائنس اور مذہب میں دوری کے باعث سائنسی ترقی انسان کے تنزل یعنی دجالی فتنے کے فروغ کا باعث بنی۔ اب سائنس نے انسان کو مادہ پرستی کی جس راہ پر ڈالا ہے دراصل وہی دجالی فتنہ ہے۔ جیسا کہ دجال کے بارے میں آتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ ہوگی' اسی طرح موجودہ دجالی تہذیب نے گویا مذہب (اللہ' روح اور آخرت) کی طرف سے آنکھ بند کر لی اور دوسری آنکھ سے سائنسی حقائق کا مشاہدہ کیا جس کے باعث خداخوفی اور مرنے کے بعد کی زندگی کا تصور ختم ہوگیا اور انسان نے اس کائنات اور دنیوی زندگی ہی کو اصل سمجھ لیا۔ یوں یورپ میں مذہب کا عملی زندگی سے تعلق ختم ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ عالم کفر اسلام کو بھی ایک مذہب سمجھتا ہے اور اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ قرآن ان لوگوں کو خبردار کرتا ہے کہ اس عقیدے سے باز آ جاؤ' یہ سوائے بکواس اور جھوٹ کے کچھ نہیں۔ یہ بدترین شرک ہے' اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

بہرحال جس کا توکل اور بھروسہ اللہ پر ہوگا' وسائل و ذرائع پر نہیں ہوگا' وہی دجال اور دجالی تہذیب کا مقابلہ کر سکے گا۔ اس سورۂ مبارکہ کا موضوع یہی بات ہے کہ اللہ پر بھروسہ اور توکل کرنے میں ہی کامیابی ہے۔

اللہ پر بھروسے اور توکل کا ہی ٹیسٹ تھا جو نائن الیون سے شروع ہوا۔ کیا طالبان کو معلوم نہیں تھا کہ امریکہ کے پاس کیسے خوفناک ہتھیار ہیں اور خود ان کے پاس اسباب و وسائل نام کی کوئی شے تھی ہی نہیں۔ لیکن انہوں نے حق کا راستہ اختیار کیا اور کسی غلط بات کو ماننے سے انکار کیا۔ یہ ایمان ہے۔ جبکہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں اور ایک اسلامی حکومت کے خلاف اس شیطانی گروپ کا حصہ بننے کے لئے کیوں تیار ہو گئے؟ اس لئے کہ ہمیں اللہ پر توکل اور بھروسہ نہیں تھا۔

بہرحال دجال اور دجالی فتنے سے وہی محفوظ رہ سکے گا جس کا توکل اور بھروسہ اللہ کی ذات پر ہوگا۔ اس حوالے سے یہ سورۂ مبارکہ بہت اہم ہے۔ ہم ان شاء اللہ آئندہ بھی اللہ کی توفیق سے اس سورت کا مطالعہ جاری رکھیں گے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

(مرتب: فرقان دانش خان)

پریس ریلیز

دنیا کی حقیقت

مذہب اور خدا سے دوری کے باعث آج کا انسان انسانیت کی سطح سے مستعفی ہو کر حیوان کی سطح پر آ چکا ہے۔ چنانچہ آج وہ اپنے لئے معاشرتی اقدار بھی جانوروں سے اخذ کر رہا ہے۔ یہ ابلیس کی سب سے بڑی کامیابی ہے جو روزِ اوّل سے انسان کو شرفِ انسانیت سے محروم کرنے کے درپے ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دار السلام باغ جناح میں خطابِ جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ جس تہذیب کو پوری دنیا پر مسلط کرنا چاہتا ہے' وہ دجالی تہذیب ہے۔ اس تہذیب کو ابلیس اور اس کے ایجنٹ یہود نے متعارف کرایا ہے کیونکہ ابلیس کی طرح یہود بھی چاہتے ہیں کہ ان کے علاوہ باقی انسانیت کو بے حیائی اور آوارگی میں مبتلا کر کے حیوان بنا دیا جائے اور انہیں اپنا معاشی غلام بنا کر پوری دنیا پر معاشی حکمرانی کی جائے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ یورپ نے جو سائنسی ترقی کی ہے وہ قرآن و مذہب سے متصادم نہیں کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور کائنات اللہ کا فعل ہے۔ جبکہ سائنس کائناتی حقائق کی دریافت کے علم ہی کا نام ہے' چنانچہ ان دونوں میں تضاد ممکن نہیں۔ آج کے انسان کی مذہب سے دوری کا سبب ابنیت مسیح کے بے سروپا عقیدے پر مشتمل پاپائیت کا وہ نظام ہے جسے مذہب کے نام پر یورپ میں مسلط رکھا گیا۔ لیکن اہل یورپ نے جب سپین کی اسلامی یونیورسٹیوں سے علم حاصل کیا تو انہوں نے نام نہاد پاپائیت کے خلاف بغاوت کر دی۔ تاہم اس کے بعد وہاں جو تہذیب پروان چڑھی اس کے رگ و ریشے میں مذہب سے دشمنی اور نفرت رچ بس گئی۔ گویا وہ یک چشمی تہذیب ہے جس نے اللہ اور مذہب کی طرف سے ایک آنکھ بند کر رکھی ہے۔ آسمانی رہنمائی سے اعراض ہی کا نتیجہ ہے کہ آج انسانی سوچ زمینی حقائق اور دنیا کے اسباب میں الجھ کر رہ گئی ہے اور مسبب الاسباب اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ یہی دجالیت ہے۔ چنانچہ آج ہمارا امتحان یہ ہے کہ کون مادّی وسائل و ذرائع پر بھروسہ کرتا ہے اور کس کا توکل و بھروسہ اللہ کی ذات پر ہے۔ انہوں نے کہا کہ احادیث کی رو سے قیامت سے قبل حق و باطل کا ایک بہت بڑا معرکہ ہوگا جس کے آغاز میں اگرچہ اہل حق کو بہت نقصان اٹھانا پڑے گا لیکن بالآخر فتح ان اہل ایمان ہی کو حاصل ہوگی جو اللہ پر توکل و بھروسہ اور اس کے فاعل حقیقی ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔

حقیقی دشمن کی پہچان

ایوب بیگ مرزا

دوسری جنگ عظیم کے بعد جب امریکہ عالمی سپر پاور بن کر ابھرا تو سوویت یونین ایک لادینی ملحد اور مذہب دشمن قوت کے طور پر اُس کے مدمقابل تھی۔ چنانچہ یورپ کی عیسائی حکومتیں اور دنیا بھر کے مختلف مسلم ممالک اس کے قدرتی حلیف ٹھہرے۔ اگرچہ ایک ہی خطہ میں واقع ہونے کی وجہ سے سوویت یونین نے قیامِ پاکستان کے فوری بعد اس نئے ملک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے میں دلچسپی کا اظہار کیا لیکن چونکہ پاکستان کی بنیاد ہی مذہبی تھی لہٰذا یہاں کے حکمرانوں نے سوویت یونین کی اس دلچسپی پر سرد مہری کا مظاہرہ کیا اور سات سمندر پار واشنگٹن کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ علاوہ ازیں **1940**ء سے **1947**ء کے درمیان تاریخی واقعات کی کڑیوں کو اگر ملایا جائے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ابھرتی قوت امریکہ کا زوال پذیر برطانوی سامراج پر یہ دباؤ تھا کہ وہ برصغیر کو آزاد کر دے اور مسلمانانِ برصغیر کے اس مطالبے کو تسلیم کر لے کہ انہیں ایک علیحدہ مسلمان ریاست قائم کرنے دی جائے اور شاید یہی وجہ تھی کہ قائداعظم نے ایک امریکی وفد کو جو تقسیم سے قبل ہندوستان کا دورہ کر رہا تھا' اسے ایک ملاقات میں یقین دہانی کروائی تھی کہ پاکستان علاقے میں امریکی مفادات کی نگہداشت کرے گا۔ لہٰذا پاکستان کے امریکہ کے ساتھ بڑے گہرے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے جن کا نتیجہ پاکستان کی سیٹو اور سینٹو میں شرکت کی صورت میں نکلا۔ اُدھر مشرقِ وسطیٰ میں بھی بہت سے مسلم ممالک نے سوویت یونین سے اظہار بیزاری کیا اور امریکہ سے دوستی کر لی لیکن آج اگر امریکہ کی بحیثیت سپر پاور ساٹھ سالہ تاریخ کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات ایک واضح حقیقت کے طور پر سامنے آتی ہے کہ امریکہ نے سوویت یونین کو نیچا دکھانے اور دنیا کی سپریم پاور بننے کے لئے اسلام دوستی کا روپ دھارا تھا۔ اس کی اپنی ترجیحات تھیں' جونہی سوویت یونین شکست وریخت سے دوچار ہوا امریکہ بدترین اسلام دشمن قوت بن کر سامنے آ گیا۔

اپنے اہداف کے حصول کے لئے امریکہ کی حکمت عملی کی داد دینی چاہئے کہ جب وہ تنہا عالمی قوت بننے کے لئے سوویت یونین کو نیچا دکھانے میں مصروف تھا اور حصولِ مقصد میں مسلمان ممالک کا تعاون حاصل کرنے کے لئے اُن سے دوستی کے دعوے کر رہا تھا' اُس وقت بھی درپردہ مسلمان ممالک کے خلاف سازشیں کر رہا تھا۔ ایک طرف پاکستان کو اپنا اتحادی بنایا ہوا تھا اور دوسری طرف پاکستان کے ازلی اور پیدائشی دشمن بھارت کے ساتھ پاکستان مخالف منصوبے بنا رہا تھا۔ **1965**ء اور **1971**ء کی پاک بھارت جنگوں میں اس کا رویہ اس بات کا واضح اور روشن ثبوت ہے۔ **1962**ء میں جب پاکستان کو کشمیر میں واک اوور مل سکتا تھا امریکہ نے بھارتی مفادات کے تحفظ کے لئے ایوب خان کو احمق بنایا۔ اسی طرح مشرق وسطیٰ میں عربوں کے ساتھ زبانی کلامی محبت کی پینگیں بڑھاتا رہا لیکن حقیقت میں عربوں کے بدترین دشمن اسرائیل کی مکمل طور پر پشت پناہی کی' یہاں تک کہ وہ علاقے میں ایک غالب اور غاصب قوت بن گیا اور طاقت کا ایسا عدم توازن پیدا کر دیا کہ وہ عرب ریاستیں جو اسرائیل کا نام سننا نہیں چاہتی تھیں اور اسے نیست و نابود کرنا چاہتی تھیں' آج اسے تسلیم کرنے اور اُس سے تعلقات بحال کرنے کے لئے بے چین نظر آتی ہیں۔ اگرچہ یہ سب کچھ امریکہ کو کرنے کا اس لئے موقع مل گیا اور امریکی حکمت عملی اس لئے تیزی سے کامیابی کی راہ پر گامزن رہی کہ مسلمان حکمرانوں نے اپنے اقتدار کی خاطر اور اس کے تحفظ کے لئے اپنے مفادات کو تج کر کے امریکہ کے منظور نظر بننے کی کوشش کی اور اس سے ہر سطح پر تعاون کیا جبکہ امریکہ ان ملت فروش حکمرانوں کو بھی ٹشو پیپر کے طور پر استعمال کر کے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیتا۔

آج امریکہ کے بہت سے سیاسی مفکرین یہ کہہ رہے ہیں کہ سعودی عرب اور پاکستان امریکہ کے لئے بہت بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔ سعودی عرب اس لئے کہ وہ عالم اسلام کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ ایک مسلمان چاہے شمالی افریقہ میں رہتا ہو یا جنوبی ایشیا میں اس کا تعلق مغربی بنگال سے ہو یا وسطی ایشیا سے وہ یورپ کا باسی ہو یا امریکہ یا کینیڈا کا مکہ و مدینہ کا نام سن کر اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔ امریکی دانشور سوچتا ہے کہ یہ محبت اور جذبابیت کبھی بھی رنگ لا سکتی ہے۔ ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ افراد کا ایک مرکز پر نگاہیں جما لینا کوئی گل کھلا سکتا ہے۔ پاکستان کے دو بہت بڑے جرم ہیں' ایک یہ کہ امریکہ اس علاقے میں بھارت کی قیادت میں چین کے خلاف محاصرہ قائم کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ عالم اسلام کا تیاپانچہ کر کے چینی تہذیب سے نمٹنا چاہتا ہے تاکہ دنیا سے طاقت کے تمام مراکز ختم کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امریکہ کو واحد عالمی قوت بنا کر ایک عالمی حکومت قائم کی جائے جبکہ پاکستان چین سے دوستی اور محبت کا دم بھرتا ہے۔ دوسرا جرم پہلے جرم سے بھی بہت بڑا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ملک ہو کر ایٹمی قوت رکھتا ہے اور اسرائیل جس کے تحفظ اور سلامتی کو وہ امریکہ کا تحفظ اور سلامتی سمجھتا ہے' وہ پاکستان کے ایٹمی میزائل کی زد میں ہے۔ جب گوہر ایوب نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے دہلی کے ساتھ تل ابیب کا نام بھی لیا تھا کہ وہ ہمارے میزائلوں کی زد میں ہے تو گویا اس نے امریکہ کو چیلنج کیا تھا۔ یہودی پاکستان کی ایٹمی قوت کے خلاف اس قدر پروپیگنڈا کرتے ہیں اور عام امریکی شہری کو یقین دلانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ اگر پاکستان کو ایٹمی طاقت سے محروم نہ کیا گیا تو وہ دنیا کے ایک حصہ کو تباہ و برباد کر دے گا اور اس سے امریکی مفادات کو شدید نقصان پہنچے گا اور پاکستان کو ایٹمی ٹیکنالوجی پھیلانے کی اگر کھلی چھٹی دے دی گئی تو براہِ راست امریکی سلامتی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔

حال ہی میں ڈاکٹر عبدالقدیر اور ان کے ساتھیوں پر ایٹمی ٹیکنالوجی اور سینٹری فیوج مشینیں بدمعاش ریاستوں کو منتقل کرنے پر جو شور و غوغا ہوا ہے اور ایسا ہنگامہ کیا ہے کہ دنیا سر پر اٹھا لی ہے' اس سے امریکی جو اس وقت ایک زبردست بلیک میلر قوت بن چکی ہے تین مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایک یہ کہ عراق میں فتح حاصل کر لینے کے باوجود امن قائم کرنے میں بری طرح ناکامی ہوئی اور ہر روز دو چار امریکی فوجی گوریلا کارروائیوں میں مارے جاتے ہیں۔ امریکیوں کو اصل تشویش اپنے فوجیوں کی ہلاکت پر ہے' لہٰذا وہاں کی اپوزیشن نے یہ مسئلہ اٹھا دیا ہے کہ عراق پر حملہ انٹیلی جنس کی غلط اور گمراہ کن رپورٹوں کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ عراق کے شہریوں کے قتل عام اور ملک کے تباہ و برباد ہونے پر اپوزیشن کو بھی اعتراض نہیں تھا (الا ماشاء اللہ) اصل مسئلہ اس وقت کھڑا ہوا جب امریکی فوجی گوریلا کارروائیوں میں مرنا شروع ہو گئے۔ جہاں تک وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کا تعلق ہے' سب جانتے تھے کہ یہ عراق پر حملہ کرنے کا محض ایک عذر لنگ تھا' لیکن اب انتخابات میں بش کو شکست دینے کے لئے اپوزیشن نے حکومتی نااہلی کا شور مچا دیا اور اس کی انٹیلی جنس سروس کو دن

رات برا بھلا اور نااہل کہا جا رہا ہے اور سی آئی اے کے سربراہ جارج ٹینٹ جو امریکی صدر بش کے قریبی ساتھی ہیں' ان سے استعفیٰ کا مطالبہ ہو رہا تھا۔

درحقیقت انٹیلی جنس کے کندھوں پر رکھ کر ثابت کیا جا رہا تھا کہ بش ناکام حکمران ثابت ہوا ہے۔ لہٰذا گیم یہ کی گئی کہ یکدم پاکستان کے ایٹمی ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ کا معاملہ اٹھا لیا گیا اور ظاہر کیا گیا بلکہ بش نے خود ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری اور برطانوی انٹیلی جنس نے بہت بڑا کمال کیا ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر کے نیٹ ورک میں گھس کر' اس نے ایٹمی ٹیکنالوجی پھیلانے والے ڈاکوؤں کو پکڑ کر بہت بڑا کمال کیا ہے۔ یہ دراصل بش نے اپنی انٹیلی جنس اور اپنی ذات کو اپوزیشن کے حملوں سے محفوظ کیا ہے۔ مختلف انداز سے انٹیلی جنس کے اس کارنامے کو خوب اچھالا گیا تاکہ اپوزیشن کے وار کو روکا جا سکے۔ پاکستان کے ایٹمی ٹیکنالوجی کے پھیلانے کے خلاف شور و ہنگامہ کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف اعلانیہ ایف آئی آر درج کروا دی جائے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

راقم کی رائے میں فوری طور پر پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر حملہ آور ہونا مقصود نہیں تھا' اس لئے کہ ابھی پاکستان سے کچھ کام لینے ہیں۔ تیسرا مقصد یہ تھا کہ جنرل ابی زید نے پاکستان کے حالیہ دورے کے بعد کہا تھا کہ ہم طالبان کی افغانستان میں مزاحمت ختم کرنے کے لئے پاک افغان سرحد پر پاکستانی علاقہ میں پاکستان کے ساتھ مل کر مشترکہ فوجی کارروائی کرنا چاہتے ہیں لیکن جنرل مشرف مان نہیں رہے۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا تھا کہ وہ جلد مان جائیں گے اور اس کے چند دنوں بعد ایٹمی ٹیکنالوجی پھیلانے کا پاکستان کے خلاف شوشہ کھڑا کر دیا گیا اور مشرف پر زبردست دباؤ ڈالا گیا کہ سرحد پر پاکستانی علاقہ کے اندر امریکی افواج کو کارروائی کرنے کی اجازت دی جائے۔ اگرچہ اصل بات یا تو حکمران جانتے ہیں یا اللہ تعالیٰ۔ بہرحال راقم کا اندازہ ہے کہ مشرف نے پہلی بار امریکی دباؤ کا مقابلہ کیا اور امریکی افواج کو اجازت نہیں دی کہ وہ پاکستان کی سرحد کے اندر کارروائی کرے' البتہ یہ طے ہوا کہ پاکستان کی افواج اپنی طرف سے دراندازوں کے خلاف کارروائی کرے گی اور امریکہ افغانستان کے علاقے میں انہیں کچل دے گا۔ طالبان کو اگر اللہ کی مدد حاصل رہی تو وہ اس اپریشن سے کامیابی سے بچ نکلیں گے اور افغانستان میں مزاحمتی کارروائیاں جاری رہیں گی۔ ان شاء اللہ!

حاصل بحث یہ ہے کہ ہمیں اپنے اصل دشمن کو پہچاننا چاہئے اور اس کے اہداف کو صحیح طور پر جاننا چاہئے اور اس کے مطابق اپنی مدافعتی قوت کو بڑھانا چاہئے۔ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر اس سے بڑا احمق کوئی نہیں ہوگا جو یہ سمجھے گا کہ امریکہ کے مطالبے تسلیم کرتے چلے جانے سے اسی کی منتیں کرنے سے ہم اپنے آپ کو بچا لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ امریکہ اس وقت ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے اور اس کی دشمنی سے خود کو محفوظ رکھنے کا صرف اور صرف یہ طریقہ ہے کہ اندرون ملک سیاسی اتحاد پیدا کیا جائے۔ باہمی اتفاق اور رواداری کے جذبے کو اجاگر کیا جائے اور روایتی اور غیر روایتی اسلحی قوت میں زبردست اضافہ کیا جائے۔ پھر یہ قوت بڑھا کر ہر ہر قدم پر امریکی عزائم کی بڑی حکمت اور دانش مندی سے مزاحمت کی جائے۔ البتہ غیر ضروری عملیت پسندی جس سے ماضی میں ہم بہت نقصان اٹھا چکے ہیں اس کو ترک کر کے مناسب حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے دشمن کی چالوں کا مقابلہ کیا جائے۔

یوم آخرت کی جوابدہی

ڈاکٹر محمد جاوید ندوی

بنی نوع انسان کی دنیوی اور اخروی کامیابی ہی اسلامی تعلیمات کا مقصود اور مطلوب ہدف ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کا آغاز اور اختتام بھی اسی کی یاددہانی پر ہوتا ہے۔ انسان کی دنیوی اور اخروی کامیابی کے لئے اسلامی تعلیمات کا آغاز نفسِ انسانی کی اصلاح سے ہوتا ہے۔ وہ انسان کو اس کے صحیح مقام سے آگاہ کرتی ہیں۔ ایک خدا' ایک رسول' ایک کتاب اور جوابدہی کے ایک دن' یعنی یوم آخرت کے عقیدے کے ذریعے سے کائنات اور اس کی حقیقتوں سے آگاہ کرتی ہیں اور زندگی اور اس کے مقاصد سے انسان کا رشتہ صحیح بنیادوں پر استوار کرتی ہیں تاکہ انسان اس دنیا میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وہ روحانی' اخلاقی' سماجی اور معاشی رویہ اختیار کرے جو اسے اخروی زندگی کی کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار کرنے والا ہو۔

توحید باری تعالیٰ اور رسالتِ محمدیؐ پر ایمان لانے کے ساتھ ہی' آخرت کے دن پر ایمان لانا بھی اسلام کے بنیادی عقائد کا حصہ ہے۔ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ نے ایک مسلمان کے دل میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی ہے کہ انسان اپنی دنیوی زندگی میں جو کچھ بھی کرتا ہے۔ خواہ کتنا ہی چھپا کر کرے' اس کا ٹھیک ٹھیک ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ قیامت کے روز یہی ریکارڈ اللہ کی عدالت میں پیش ہوگا۔ ہر وہ چیز جس سے انسان کا کسی بھی قسم کا تعلق رہا ہوگا' اس کے ان افعال پر گواہی دے گی۔ حتیٰ کہ خود انسان کے اعضاء و جوارح بھی اس کے خلاف گواہی کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔ پھر اس کے نامۂ اعمال کا صحیح وزن کیا جائے گا۔ میزان عدل کے ایک پلڑے میں اس کے نیک اعمال ہوں گے اور دوسرے میں اس کے برے اعمال۔ اگر نیکی کا پلڑا جھک گیا تو آخرت کی کامیابیاں اس کا خیر مقدم کریں گی اور جنت اس کا جائے قیام ہوگی اور اگر بدی کا پلڑا بھاری رہا تو وہ بدترین مقام اس کے لئے تجویز کیا جائے گا' جس کا نام دوزخ ہے۔ اس عدالت میں ہر شخص اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ تنہا حاضر ہوگا اور دنیوی اسباب میں سے کوئی چیز اس کے کام نہ آئے گی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن (جب حساب کے لئے بارگاہِ خداوندی میں پیشی ہوگی' تو) آدمی کے پاؤں سرک نہ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ کر لیا جائے گا۔ پہلا اس کی پوری زندگی کے بارے میں' کہ اسے کن کاموں میں گزارا اور دوسرا اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کن مشاغل میں صرف کیا اور تیسرا اس کے مال و دولت کے بارے میں' کہ اسے کن ذرائع سے حاصل کیا اور چوتھا اس بارے میں کہ اس مال و دولت کو کن کاموں پر خرچ کیا اور پانچواں اس بارے میں کہ جو علم حاصل ہوا تھا اس پر کتنا عمل کیا۔ (جامع ترمذی)

نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارکہ سے' بحیثیت مسلمان' ہمیں آخرت کی ابدی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے' پانچ اہم اصول ملتے ہیں۔ پہلا یہ کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس بات کا مستقل جائزہ لیتا رہے کہ کیا اس کی روحانی' اخلاقی' سماجی اور معاشی زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے دائرے کے اندر ہیں؟ تیسرا یہ کہ' کیا مال و دولت کمانے کی تگ و دو میں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایات کو پیش نظر رکھ رہا ہے؟ چوتھا یہ کہ کیا وہ اپنے مال و دولت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے مصارف کی مدہی میں خرچ کر رہا ہے؟ پانچواں یہ کہ اسلام کا جو علم اس تک پہنچا ہے اس پر کتنا عمل کر رہا ہے؟

اگر ہر مسلمان' دنیا کی اس زندگی ہی میں اپنا محاسبہ کر لے اور ذرا سوچے کہ دربار خداوندی میں کھڑا کر کے جب مجھ سے ان پانچ سوالوں کا جواب طلب کیا جائے گا' تو میرا حال اور انجام کیا ہوگا؟

بابائے ایٹم بم پر جاسوسی کا مقدمہ

ہیروشیما اور ناگاساکی کو خاک کا ڈھیر کرنے والے پہلے امریکی ایٹم بم کے خالق اوپن ہائمر کا گھیراؤ چند مفاد پرست سائنس دانوں نے سی آئی اے کے ساتھ مل کر کیا تھا اور اُس کے خلاف جاسوسی کا مقدمہ دائر کیا تھا۔ اس مقدمے کی کارروائی کی ایک جھلک اردو ترجمے کی صورت میں ہدیۂ قارئین ہے:

''ایٹمی انرجی کمیشن کے چیئرمین ایڈمرل لیوس سٹراس کی خصوصی فرمائش پر ایک فنی جاسوس آلہ یکم جنوری 1954ء کو ڈاکٹر اوپن ہائمر کی رہائش گاہ میں لگا دیا گیا تھا۔'' یہ فقرہ میں نے ایف بی آئی کی 1954ء والی رپورٹ سے اخذ کیا ہے جس کا تعلق بابائے ایٹم بم کی ''سرگرمیوں کی نگرانی'' سے ہے۔ اس رپورٹ کے ایک ہفتے بعد امریکہ کے سب سے بڑے نہ سہی' سب سے مشہور سائنس دان کے خلاف جاسوسی کا مقدمہ شروع ہونے والا تھا۔ اس رپورٹ میں یہ بھی لکھا تھا کہ ''اوپن ہائمر کی ہر حرکت اور سرگرمی سے ایڈمرل سٹراس کو باخبر رکھا جاتا ہے' وہ اپنے وکیلوں سے جب بھی ملاقات کرتا ہے' اور جو جو باتیں ہوتی ہیں' اور وہ اپنے ممکنہ گواہوں کو جو جو ہدایات دیتا ہے۔ وہ سب تحریر کی صورت میں روز کے روز ایڈمرل کو پہنچائی جاتی ہیں۔'' یہ ایف بی آئی کے ڈائریکٹر کے الفاظ ہیں۔

اب تک جو کاغذات اور دستاویزات سامنے آئی ہیں ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایف بی آئی کے ڈائریکٹر ایڈگر ہوور اور ایڈمرل سٹراس نے گویا قسم کھا رکھی تھی کہ مقدمے کی ''خصوصی سماعت'' میں اوپن ہائمر کو ہر قیمت پر نیچا دکھایا جائے اور قوم کی دفاعی کونسلوں میں اس نے جو اثر ونفوذ حاصل کر رکھا ہے' اس کو اس سے یکسر محروم کر دیا جائے۔

ذہین وفطین اور وجیہہ وشکیل ہنگری نژاد ماہر طبیعات لیوزیلاڈ نے بھی عہد کر رکھا تھا کہ وہ اپنے حریفوں کو ہر محاذ پر شکست دے گا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں اس نے ایٹم بم بنانے کے لئے ذہین ترین سائنس دانوں کو لوس ایلموس کی ایٹمی تجربہ گاہ میں جمع کر لیا تھا۔ ان میں سے دس بارہ کو بعد میں نوبل پرائز بھی ملا۔ حکومت کے سائنسی مشیر کی حیثیت سے اس نے ایک دفعہ منصوبہ بنانے کی کوشش کی تھی کہ ایسا تابکار مادہ دشمن پر پھینکا جائے کہ ان کی خوراک میں زہر شامل ہو جائے اور پانچ لاکھ افراد زہر خورانی سے بیک وقت ہلاک ہو جائیں (یہ تجویز اس نے 25 مئی 1943ء کو ایک مکتوب کے ذریعے ممتاز ماہر طبیعات انریکو فرمی کو بھیجی تھی جب اس کے سامنے یہ تجویز آئی کہ پہلے ایٹم بم کا تجربہ کسی خالی اور ویران جگہ پر آزمایا جائے تو اس نے یہ تجویز مسترد کر دی۔ بلکہ یہ کہا کہ ایٹمی تجربہ بھی دشمن کی کسی آبادی پر کیا جائے۔ پہلا ایٹم بم جاپان پر گرائے جانے کی تجویز کا اس نے خیر مقدم کیا۔ لیکن ہیروشیما اور ناگاساکی پر بم گرائے جانے کے دن سے لے کر اپنی وفات (1967ء) تک وہ جوہری ہتھیار بنانے کا سب سے بڑا دشمن بنا رہا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ایٹم بم بنا کر ہم طبیعات دانوں سے ایک ایسا ''گناہ'' سرزد ہوا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

جنگ کے بعد سپر طاقتوں میں جوہری اسلحے کی دوڑ شروع ہوئی تو اسے دیکھ کر اوپن ہائمر بہت بے چین اور مضطرب رہتا تھا۔ حالانکہ وہ خود ایٹمی انرجی کمیشن کا انتہائی بااثر سائنسی مشیر تھا۔ اس نے ایک طرف سے پورا زور لگایا کہ امریکی حکومت جوہری ہتھیاروں پر اعتماد کرنا چھوڑ دے۔ ہائیڈروجن بم بنانے کا منصوبہ سامنے آیا تو اس نے ڈٹ کر مزاحمت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1953ء میں ملک کے مشہور ترین سائنس دان پر روس کا ایجنٹ ہونے کا الزام عائد کر دیا گیا۔

اپریل اور مئی 1954ء میں چار ہفتوں تک مسلسل بند کمرے میں مقدمے کی سماعت ہوتی رہی۔ سائنسدانوں' سیاسی رہنماؤں اور فوجی عہدیداروں نے اوپن ہائمر کے ماضی کے بارے میں اپنے مشاہدات ریکارڈ کرائے۔ 27 مئی 1954ء کو سہ رکنی ''سیکورٹی بورڈ'' نے اپنا فیصلہ سنا دیا یہ دو ایک کا فیصلہ تھا۔ دو ارکان اس فیصلے کے حق میں تھے۔ ایک رکن خلاف تھا:

''اوپن ہائمر محب وطن ہے' لیکن ملکی سلامتی کے لئے خطرہ (رسک) بن سکتا ہے اس لئے اسے سیکورٹی کلیرنس نہ دی جائے۔''

کچھ عرصے کے بعد ایٹمی انرجی کمیشن نے اس فیصلے کو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد اوپن ہائمر پھر کبھی کسی دفاعی محکمے یا تنظیم سے وابستہ نہ ہوا۔ اسے ''خفیہ کاغذات'' تک بھی رسائی حاصل نہ رہی جو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے واشنگٹن میں اس کا اثر رسوخ ختم ہو گیا۔

اس کا صرف ایک عہدہ (پرنسٹن میں ایڈوانسٹری کے انسٹی ٹیوٹ کا ڈائریکٹر) باقی رہا' باقی سب اعزازی اور مشاورتی عہدوں سے بھی اسے ہٹا دیا گیا۔ لیکن یہاں بھی ایڈمرل سٹراس نے اسے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ کیونکہ سٹراس اس ادارے کا ایک بااثر اور مضبوط ٹرسٹی تھا۔

زیادہ تر عوام نے بھی اس پر لعن طعن کی۔ لوگ غداری اور سیکورٹی رسک کا فرق نہیں جان سکتے تھے۔ وہ اس کے ''محب وطن ہونے کو تو بھول گئے'' ''سلامتی کے لئے خطرہ'' ان کے ذہن پر چھا گیا لیکن آزاد خیال افراد اور جماعتیں اس کے گرد جمع ہو گئیں۔ کالجوں کے نوجوانوں کے لئے وہ ''ہیرو'' بن گیا۔ ماضی میں اس کی فوجی وابستگی اور ایٹم بم بنانے کے جرم کے باوجود وہ اپنے حامیوں کی نظر میں ایک ''سیکولر صوفی'' تھا۔

اب جبکہ مقدمہ ختم ہوئے تین عشرے گزر چکے ہیں' میں تمام کاغذات کے مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اوپن ہائمر نہ تو فرشتہ تھا' نہ شیطان۔ سٹراس اور ہوور دونوں اس سے جلتے بھی تھے' خوفزدہ بھی تھے۔ قومی غم سے زیادہ انہیں ذاتی غم لاحق تھا۔ اس لئے انہوں نے قانون سے غلط فائدہ بھی اٹھایا تھا۔ کیونکہ وہ اقتدار میں تھے اور اوپن ہائمر محض سائنسی مشیر تھا۔ بے شک مقدمے سے اسے ضعف پہنچا' لیکن اس کے حریفوں کو بھی سخت نقصان پہنچا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وفاداری' حب الوطنی' تحفظ اور سلامتی کے الفاظ نے دانشوروں کے طبقے میں ایک ہلچل مچا دی۔ معاشرے میں ایک ڈرامائی کیفیت پیدا ہو گئی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ امریکی سائنس دانوں اور امریکی حکومت کے درمیان خلیج حائل ہو گئی تھی۔

شاید مقدمہ' تمام شواہد جمع کرنے کے باوجود نہ چلتا' لیکن ایف بی آئی کے نام ولیم بورڈن کے ایک خط نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ولیم بورڈن ایٹمی توانائی کی مشترکہ کمیٹی کا ڈائریکٹر تھا اور اس حیثیت سے اسے بھی خفیہ طور پر اوپن ہائمر کی فائل رائے زنی کے لئے بھیجی گئی تھی۔ اس نے 7 نومبر 1953ء کو اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے جو خط ایف بی آئی کے حوالے کیا' اس کا لب لباب یہ ہے۔ ''اوپن ہائمر کچھ اور ہو یا نہ ہو' سوویت یونین کا ایجنٹ ضرور ہے۔ اس نے 1942ء میں اور اس کے بعد بھی کئی بار کمیونسٹ پارٹی کو اپنی طرف سے رقم فراہم کی اور دوسروں سے بھی دلوائی۔

⇦

لوس الموس کی انتہائی خفیہ تجربہ گاہ میں' جہاں ایٹم بم بنایا گیا تھا' اس نے اپنی پسند کے کمیونسٹوں کو بھرتی کروایا۔ جب اس سے روسی جاسوسی کے بارے میں پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے تفتیشی افسروں کے سامنے کئی جھوٹ بولے۔ اس نے جوہری ہتھیار بنانے کی شدید مخالفت کی۔ اس نے ہائیڈروجن بم کی زبردست مزاحمت کی۔ کیا یہ سب باتیں کافی نہیں ہیں؟

ولیم بورڈن کے خط کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ سیاسی نظریئے کے اعتبار سے آزاد خیال ڈیموکریٹ تھا۔ ایف بی آئی کے افسران بالا نے اس کی تائید کی۔ بورڈن کے خط سے بہت پہلے ٹرومین کے زمانہ صدارت میں بڑے بڑے عہدیدار اوپن ہائمر کو ''مشکوک اور ناپسندیدہ؟'' خیال کرتے تھے۔ ان لوگوں میں وزیر بھی تھے' بنکار بھی' فضائیہ اور بحریہ کے افسر بھی' حتیٰ کہ انرجی کمیشن کے ڈائریکٹر ریسرچ اور ایئر فورس کے چیف آف اسٹاف بھی' کانگریس کے بعض ارکان نے جن میں میکارتھی پیش پیش تھا' اس امر کی تحریک چلانی چاہی کہ اوپن ہائمر کے خلاف تحقیقاتی کمیٹی بٹھائی جائے۔

خود اوپن ہائمر نے بھی اعتراف کیا کہ اس نے پرل ہاربر پر جاپان کے حملے سے پہلے بائیں بازو کی متعدد انجمنوں اور تحریکوں کو چندہ دیئے۔ یہ کہ اس نے ایٹم بم بننے کے دوران میں روسی جاسوسی کی تفتیش کے وقت افسروں کے سامنے واقعی جھوٹ بولا تھا۔ یہ کہ اس کا بھائی اور بہنوئی دونوں کمیونسٹ ہیں۔ یہ کہ اس کی بیوی بھی کچھ عرصہ کمیونسٹ رہی ہے۔ یہ کہ **1943**ء میں اس نے ایک رات اپنی محبوبہ (سابقہ منگیتر) کے ساتھ بسر کی تھی' جو کمیونسٹ تھی (ایٹمی انرجی کمیشن کے چیئرمین ایڈمرل سٹراس اور سیکورٹی بورڈ کے چیئرمین گورڈن گرے نے اوپن ہائمر کے اس جرم کو کبھی معاف نہیں کیا' کہ جس وقت وہ ایٹم بم بنانے کے کام پر مامور تھا' عین اس زمانے میں اس نے ایک کمیونسٹ لڑکی کے ساتھ شب بسری کی) امریکہ میں **1940**ء اور **1950**ء کے درمیانی عشرے میں کمیونسٹوں اور بائیں بازو سے وابستہ کارکنوں کو بالکل برداشت نہیں کیا جاتا تھا۔ حد یہ ہے کہ ان سفید فام سرکاری ملازمین کو برخاست کر دیا جاتا تھا۔ جن کی سیاہ فام لوگوں سے دوستی ثابت ہو جاتی تھی۔ ولیم بورڈ کے خط تک اوپن ہائمر کے ساتھ خصوصی سلوک کیا جا رہا تھا۔ اسے غیر معمولی تحفظ حاصل تھا۔ حتیٰ کہ **1952**ء میں جب اسے ایک فوجداری مقدمے میں بطور گواہ پیش ہونا تھا اس وقت بھی اسے حکومت کی طرف سے بچایا گیا۔ اس کیس میں اوپن ہائمر کے ایک سابق شاگرد کے خلاف اس جرم میں مقدمہ چلایا گیا تھا کہ قومی سلامتی کے ایک اور معاملے میں اس نے دروغ بیانی سے کام لیا تھا اور جھوٹا حلف نامہ داخل کرایا تھا۔ وفاقی وکیل استغاثہ اوپن ہائمر کو بطور گواہ عدالت میں بلوانا چاہتا تھا۔ مقدمے کی فائل پر یہ بات آ چکی تھی کہ **1941**ء میں کمیونسٹ پارٹی کی ایک میٹنگ اس کے گھر پر ہوئی تھی' جس میں اس کا شاگرد بھی شریک تھا۔ اوپن ہائمر کی گواہی محکمۂ انصاف کے نزدیک بہت اہم تھی۔ لیکن اسے کبھی نہیں بلایا گیا۔ اس لئے کہ ٹرومین کے ایک دستِ راست افسر نے اسے صاف بچالیا۔

اوپن ہائمر کے خلاف مقدمہ شروع ہونے سے چند روز پہلے ایٹمی انرجی کمیشن کے صدر ایڈمرل سٹراس نے اسے مشورہ دیا کہ وہ خاموشی سے استعفیٰ دے کر اپنی جان چھڑائے لیکن اس نے کہا کہ مقدمہ لڑوں گا۔ اس پر سٹراس اس کا اور بھی دشمن ہو گیا اور اس نے اسے سزا دلوانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ سٹراس کسی قدر احساس کمتری میں بھی مبتلا تھا۔ وہ اوپن ہائمر سے تعلیم اور علم میں بہت کم تھا۔ اوپن ہائمر کا علمی قد بہت اونچا تھا۔ وہ سنسکرت زبان کا دلدادہ اور فرانسیسی شاعری کا عاشق تھا۔ اس نے چھ ہفتوں میں ولندیزی زبان اتنی سیکھ لی تھی کہ ہالینڈ میں جا کر اس زبان میں اعلیٰ جماعتوں کو لیکچر دے سکتا تھا۔ پھر یہ کہ وہ کمزور دل کا آدمی نہیں تھا۔ بڑا سخت جان تھا۔ سٹراس نے دل میں سوچا کہ سہ رکنی سیکورٹی بورڈ پر وہ اپنے وسیع علم' اپنی دلکش شخصیت اپنی قوت استدلال سے چھا جائے گا۔ اسے امریکہ کے سرکردہ سائنس دانوں کی حمایت حاصل ہے۔ ایٹمی انرجی کمیشن کے تمام سابقہ ارکان اس کے حامی ہیں۔ کتنے ہی افسران بالا اس کے ساتھ کام کر چکے ہیں' وہ بھی اس کی ہم نوائی کریں گے۔ اس کا وکیل صفائی نیویارک کا انتہائی معزز و مشہور وکیل لائیڈ گریزن ہے۔ اگر اوپن ہائمر کو سزا نہ ہو سکی تو جگ ہنسائی ہوگی۔ کیوں نہ اس معاملے کو ''تفتیشی کیس'' کی بجائے ''عدالتی کارروائی'' کا رخ دے دیا جائے اور باقاعدہ فوجداری تعزیرات کے تحت مقدمہ چلایا جائے۔ اوپن ہائمر کی قوت استدلال بھی عدالت میں گونگی ہو جائے گی اور وہ لڑکھڑا جائے گا۔

دل میں یہ فیصلہ کرنے کے بعد ایڈمرل سٹراس نے ایف بی آئی کے ڈائریکٹر ہوور سے ذاتی ملاقات کی۔ ایک افسر اوپن ہائمر کے پیچھے لگا دیا گیا۔ اس کی ہر ٹیلی فون کال ٹیپ ہونے لگی۔ حتیٰ کہ اس کے وکیلوں پر بھی مخبر لگا دیئے گئے۔ ان کے ٹیلی فون بھی ٹیپ ہونے لگے۔ اس کے ایف بی آئی کے درمیان گہرا رابطہ قائم ہو گیا۔

پھر سٹراس ذاتی طور پر روجر یوب سے ملا۔ یہ بہت قابل اور معزز سرکاری وکیل تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ آج تک کوئی مقدمہ نہیں ہارا۔

مقدمے کی کارروائی شروع ہوئی تو روجر یوب نے واقعی اپنی غیر معمولی جرح سے اوپن ہائمر کو بے نقاب کر کے رکھ دیا۔ کہا گیا کہ دس سال پہلے کا فلاں واقعہ یاد کرو۔ اوپن ہائمر نے کہا' فائل دیکھ کر بتاؤں گا۔ یہ بات اس کے خلاف گئی۔

ایک اور موقع پر وہ بڑبڑایا۔ ''مجھے تو کچھ یاد نہیں آ رہا۔'' یہ بات بھی اس کے خلاف گئی۔

روجر یوب کی جرح کے آگے اوپن ہائمر یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا کہ اس نے اپنے ایک شاگرد کے بارے میں کانگریس کی ایک خفیہ کمیٹی میں یہ بیان دیا تھا کہ وہ واقعی پکا کمیونسٹ ہے۔ لیکن اس نے یہ بات اپنے شاگرد سے چھپائی تھی کہ وہ اس کے خلاف خفیہ بیان دے چکا ہے۔

بعد میں اس کا یہ شاگرد طبیعات کا پروفیسر بن گیا۔ اوپن کے اشتراکی ہونے کے الزام میں اسے ملازمت سے برطرف کئے جانے کا نوٹس ملنے والا تھا اوپن ہائمر نے ایک اخبار کے ایڈیٹر کو خط لکھا کہ میں نے کمیٹی کو جو بیان دیا تھا دوسروں کے کہنے پر مجبوراً دیا تھا۔

ایک اور سوال کے جواب میں اسے اعتراف کرنا پڑا کہ اس نے اپنے ان طالب علموں اور دوستوں کے بارے میں تفتیشی افسروں کو اطلاعات فراہم کی تھیں جن کا تعلق بائیں بازو سے تھا' اور ان طالب علموں اور دوستوں کو اس کے برعکس بیان دیا۔

پوچھا گیا۔ ''دوسری جنگ عظیم کے دوران میں جب آپ ایٹم بم بنا رہے تھے تو کیا روسیوں نے آپ سے ایٹم بم کے بارے میں کچھ راز معلوم کرنا چاہتے تھے؟''

پہلے یہ جواب دیا ''ہاں' مگر روسیوں کے مخاطب تین اور سائنس دان تھے۔'' پھر کہا۔ ''میں اس وقت احمق تھا'' غالباً اوپن ہائمر اپنے آپ کو اور اپنے ایک اشتراکی دوست ہاکون کو بچانا چاہتا تھا' جو اس وقت برکلے یونیورسٹی میں پروفیسر تھا۔ اپنے ایک سابقہ بیان میں اوپن ہائمر نے بتایا تھا کہ روسیوں اور اس کے درمیان رابطے کا کام پروفیسر ہاکون نے انجام دیا تھا۔ حالانکہ وہ بالکل بے قصور تھا۔

اس معاملے میں یوب نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ آخر آپ نے کیا راز بتائے تھے؟

''میں نے کوئی راز نہیں بتایا تھا۔ مرغے اور بیل کی کہانی سنا دی تھی۔''

اس رات وکیل استغاثہ یوب نے اپنی بیوی کو بتایا تھا کہ ''یہ شخص اپنی زندگی کو تباہ کر رہا ہے۔''

اوپن ہائمر کے خلاف ایک بڑا الزام یہ تھا کہ اس نے ہائیڈروجن بم بنانے کی مزاحمت اسی لئے کی تھی کہ وہ روس کا طرفدار تھا۔ اس الزام کی کہانی **992** صفحات کی رپورٹ میں **200** صفحوں پر بکھری ہوئی تھی۔ اپنے بیان میں اس نے اپنی **1969**ء والی ''پختہ مزاحمت'' کو یہ کہہ کر خود مسترد کر دیا کہ اس نے بعد میں ہائیڈروجن بم بنانے کی حمایت

کی تھی۔ یہ حمایت اس نے اس وقت کی تھی جب اس نے دیکھ لیا تھا کہ ایڈورڈ ٹیلر اور پولینڈ نژاد ریاضی داں سٹانی سلوالام نے ہائیڈروجن بم بنانا ممکن العمل کرلیا ہے۔

جس چیز کو پہلے وہ پوری انسانیت کے لئے زہر قاتل کہا کرتا تھا' اب وہ اسے میٹھا کہہ رہا تھا۔ یہ بیان اس کے خلاف گیا۔

اوپن ہائمر کے خلاف سب سے نقصان دہ گواہی ایڈورڈ ٹیلر کی ثابت ہوئی' جسے عرف عام میں "بابائے ہائیڈروجن بم" کہا جاتا ہے۔ اس کے خلاف سیکورٹی بورڈ کے سامنے چھ گواہ پیش ہوئے۔ ان میں سیاسی لحاظ سے سب سے زیادہ طاقتور ٹیلر تھا۔ وہ ہنگری سے بھاگ کر امریکہ میں پناہ گزیں ہوا تھا۔ وہ ابتدا میں اوپن ہائمر کا بہت مداح تھا لیکن بعد میں اس کے دل میں گرہ پڑ گئی۔ پہلے تو اس وجہ سے کہ اس نے لوس الموس کی تجربہ گاہ میں "شعبہ نظریات" کی صدارت کے لئے درخواست دی تھی جو اوپن ہائمر نے نامنظور کردی تھی۔ بعد میں اس وجہ سے کہ ٹیلر جب اپنے اصلی منصوبے "سپریم ہائیڈروجن بم" پر کام کررہا تھا تو اوپن ہائمر نے اس منصوبے کی سخت مخالفت کی تھی اور اسے رکوانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا تھا۔

مقدمے کی کارروائی سے دو سال پہلے ٹیلر نے ایف بی آئی کو ایک خفیہ رپورٹ بھیجی تھی جس میں اس نے مطالبہ کیا تھا کہ اس شخص (اوپن ہائمر) کو ایٹمی انرجی پروگرام سے جتنا جلد ہٹایا جائے گا اتنا ہی ملک وقوم کے حق میں مفید ثابت ہوگا۔

دوران ساعت ٹیلر نے اوپر ہائمر کے بارے میں طنزیہ لہجے میں کہا تھا: "میں اپنے ملک کے مفادات کو ایسے شخص کے ہاتھ میں نہیں دیکھنا چاہتا' جس کی رگ رگ سے میں اچھی طرح واقف ہوں' اور جس پر میں ضرورت سے زیادہ اعتبار کرتا ہوں۔"

اپنا بیان دینے کے بعد ٹیلر اس صوفے تک آیا جہاں اوپن ہائمر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور کہا: "مجھے افسوس ہے۔" اوپن ہائمر نے سرد مہری سے جواب دیا: "آپ جو کچھ کہہ چکے ہیں' اس پر یہ کہنا کہ مجھے افسوس ہے' بہت عجیب لگتا ہے۔"

بالآخر سرکی سیکورٹی بورڈ نے دو ایک سے اپنا فیصلہ سنادیا۔ بورڈ کے چیئرمین ٹرومین سابق وزیر دفاع تھے۔ جو 1952ء کی انتخابی مہم میں آئزن ہاور کے حامی بن گئے تھے۔ اختلافی نوٹ لکھنے والے وارڈ ایونز تھے جو کیمسٹری کے ریٹائرڈ پروفیسر تھے۔ وہ اس سے پہلے بھی ملکی سلامتی سے متعلق مقدمات میں بطور جج کام کرچکے تھے۔ انہوں نے اپنے اختلافی نوٹ میں لکھا کہ اوپن ہائمر کا ہائیڈروجن بم کی مزاحمت کرنا اور تفتیشی افسروں کے سامنے جھوٹ بولنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ وہ امریکہ کا دشمن اور روس کا ایجنٹ ہے۔

اس فیصلے سے سٹراس اور ہوور بہت خوش ہوئے لیکن یہ خوشی انہیں بہت مہنگی پڑی۔ سائنس دانوں نے اس فیصلے کو اپنے خلاف اور سائنس کے خلاف اور آزادئ تحقیق کے خلاف جانا۔ آئن سٹائن نے بڑے دکھ سے کہا "اگر میں دوبارہ جوان ہو جاؤں اور مجھے رزق کمانے کے لئے کوئی پیشہ اختیار کرنا پڑے تو میں مزدور یا مستری بن جاؤں گا۔ سائنس داں نہیں بنوں گا۔"

اوپن ہائمر 62 سال کی عمر میں سرطان کے موذی مرض میں مبتلا ہوکر 1967ء میں فوت ہوگیا۔ وفات سے چند سال قبل 1963ء میں اس نے ایٹمی انرجی کمیشن کا سب سے بڑا اعزاز پچاس ہزار ڈالر کا انریکو فرمی انعام صدر جانسن سے وصول کیا۔ اس تقریب میں ایڈورڈ ٹیلر بھی موجود تھا۔ دونوں حریفوں نے کیمروں کے سامنے ہاتھ ملایا' لیکن دل کا داغ ابھی باقی تھا۔

..... ہیں ان گنت اس کی عطائیں

(عبدالرزاق اویسی' ٹوبہ ٹیک سنگھ)

یہ بے ذوق سجدوں کی بے کیف آہیں — ہر گز نہ درجۂ احسان پائیں
کہ نامِ خدا تو ہے نوکِ زباں پر — پہ ہیں غیر سے ہی ہماری وفائیں
ہے مالک سے دوری کا ہی یہ نتیجہ — جو ہیں چاروں اطراف جور و جفائیں
جو دل کو کریں خالی ہم ماسوا سے — تو پرتو جمالِ الٰہی کا پائیں
تو بینائی آئے گی دل میں ہمارے — کہ ہم اہلِ دل سے اگر دل لگائیں
کہ اپنانا ہو گا صحابہؓ کا اسوہ — ہیں خالق کو محبوب جن کی ادائیں
یہ ہے آزمودہ اکابر کا نسخہ — کہ اس طور ہم عظمتِ رفتہ پائیں
جو آقاؐ سے قلبی تعلق ہو قائم — تو مثلِ اویسؒ قرن فیض پائیں
ہوں ذکرِ الٰہی سے ہی دل منور — کہ اس سے ہی خفتہ دلوں کو جگائیں
جو دھڑکے یہ دل تو کہے اللہ اللہ — کہ ہر سانس میں اس کے انور آئیں
کہ شکرِ خدا کیسے گن کے ادا ہو — جو ہم پر ہیں' ان گنت اس کی عطائیں
ہو تیرا رزق گر حلال اور طیب — تو مقبول ہوں گی تری بھی دعائیں
اسی ایک در پر ہی پھیلائیں دامن
یوں روٹھے خدا کو اویسی منائیں

شیعہ سنی مفاہمت
کی
ضرورت واہمیت

تصنیف:

ڈاکٹر اسرار احمد

(تیسرا ایڈیشن چھپ گیا ہے)

قیمت: 48 روپے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

فون: 03-5869501

تنظیم اسلامی کا پیغام نظامِ خلافت کا قیام

انسان کی تلاش

ہم سمجھتے ہیں کہ جس کے ہاتھ میں زمرد اور یاقوت کی تسبیح ہو، وہ شیخ کامل ہوتا ہے

حالانکہ جس کے ہاتھ اور زبان سے خلقِ خدا کو راحت پہنچے، وہ مرشد برحق ہوتا ہے

صاحبزادہ خورشید گیلانی

پہلے دن کی طرح آج بھی مسئلہ عالم، متکلم، فلسفی، مفتی، فقیہ، صوفی، شاعر، ادیب، خطیب، اداکار، حکمران، لیڈر، شیخ، چودھری، مناظر اور مصنف بننے کا نہیں ..... انسان..... بننے کا ہے، نہ فرشتہ اور نہ شیطان۔ کوئی عالم تو ہو مگر بے عمل، فلسفی تو ہو مگر صرف دوسروں کو الجھانے والا، متکلم تو ہو مگر محض باتونی، فقیہ تو ہو مگر مفرد مٹے گھڑنے والا، خطیب تو ہو مگر جس کی خطابت نری آفت ہو، شاعر تو ہو مگر شعور سے عاری، ادیب تو ہو مگر محروم ادب، اداکار تو ہو مگر فقط ریاکار، شیخ تو ہو مگر شیخی خور، لیڈر تو ہو مگر لاؤڈ سپیکر، حکمران تو ہو مگر بے لگام اور مصنف تو ہو مگر لفظ جوڑنے اور دل توڑنے والا، تو کیا حاصل؟

بات تو انسان بننے کی ہے اور یہی مشکل ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اونچی دکان پر پکوان ہمیشہ پھیکا ہی ملا ہے۔ کئی عالم ایسے ملے جن کے پاس علم کے علاوہ سب کچھ تھا۔ کئی شاعر ایسے پائے گئے کلام سنو یا پڑھو تو آنکھیں ساون کی بدلی بن جائیں، مگر ملو تو ان سے بڑا پتھر دل کوئی نہ دیکھا۔ ایسے خطیب بھی دیکھے گئے ہیں، جن کی خطابت کی گونج تھی، مگر زیارت کرنے سے کراہت حاصل ہوئی۔ ایسے صوفی بھی موجود ہیں، جو صافی شربت سے زیادہ کڑوے ہیں۔ ایسے شیخ بھی نظر آتے ہیں، جو صرف شیخی اور شوخی کا پیکر ہیں اور ایسے مصنف بھی بہتیرے ہیں، الفاظ دیکھو تو سبحان اللہ اور اخلاق دیکھو تو معاذ اللہ۔

مولانا رومؒ کو اپنے دور میں مسئلہ درپیش تھا، وہ سر دلبران کو حدیث دیگراں میں بیان کرتے ہیں کہ ایک اہل نظر دن کی روشنی میں چراغ ہاتھ پر رکھ کر کوئی چیز ڈھونڈ رہا تھا اور وہ بھی بھرے بازار میں۔ لوگوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور پوچھا کس کی تلاش ہے؟ اس مجذوب نے کہا، ''انسان کی''۔ لوگ ہنس پڑے اور بولے کیا یہ ہجوم ناکافی ہے؟ اس نے کہا، جنہیں میں دیکھنا نہیں چاہتا، وہ سامنے ہیں اور جسے پانا چاہتا ہوں وہ دستیاب نہیں اور جو دستیاب نہیں وہی میرا ہدف ہے۔ ع

گفت آنکہ یافت می نہ شود آنم آرزو ست

علامہ اقبالؒ کو بھی پورے قافلۂ حجاز میں ایک ''حسینؓ'' کی تلاش ہمیشہ رہی، غالب کو بھی یہی غم ستاتا رہا۔

سخت دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ کسی دور میں انسان دستیاب نہیں رہا؟ نہیں۔ بات کچھ یوں ہے کہ ایک تو مولانا رومؒ، اقبالؒ اور غالب کے معیار کا مسئلہ ہے اور یہ کسی حد تک جائز بات ہے۔ اقبالؒ نے شرق و غرب کے میخانے کھنگال ڈالے، لیکن یہ الجھن دور نہ ہو سکی۔

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا

یہ الگ بات ہے مگر ہم لوگ بڑا اور اچھا انسان اونچے ایوانوں میں ڈھونڈنا چاہتے ہیں، حالانکہ وہ کچے مکان میں مل جاتا ہے۔ ہم صوفی مسندوں، حجروں، گدیوں اور خانقاہوں میں ڈھونڈتے ہیں، مگر وہ تو گلی کوچوں میں مل جاتے ہیں۔ ریڑھی لگا کر رزق حلال کمانے اور جائز و ناجائز میں امتیاز کرنے والے ہم نے علماء و کتب و مدرسہ میں تلاش کرنے چاہے، حالانکہ وہ دائیں بائیں نظر آجاتے ہیں..... عمامہ و کلاہ کے بغیر، جن کی زبان اور کردار کے درمیان ایک انچ کا بھی فاصلہ نہیں۔

ہم نے متقی اور پرہیزگار نوافل کے انبار، وظائف و اذکار اور جبہ و دستار میں دیکھنے چاہے، حالانکہ وہ تو ہر قصبے اور شہر میں مل جاتے ہیں، جن کے دم سے بستیاں خدا کے غضب سے محفوظ ہیں، یہ عام انسانی لباس میں مل جاتے ہیں، جو کبائر سے بچتے اور فرائض کے پابند ہیں، نہ لوٹا بردار، نہ تسبیح بدست، نہ خرقہ پوش۔ ہم نے بزرگ پہاڑوں کی چوٹیوں، دریاؤں کے کناروں اور مریدوں کے نرغے میں پانے چاہے، حالانکہ وہ بزرگ ہمیں دفتروں، دکانوں، کارخانوں اور منڈیوں میں مل جاتے ہیں، جن کے حلق کبھی حرام سے آشنا نہیں ہوئے، جو کاروبار بھی کرتے ہیں اور خوف پروردگار سے بھی غافل نہیں۔ وہ مزدور ہیں جن کی پیٹھ تو بوجھ اٹھا کر جھک جاتی ہے، مگر ان کی گردن سوائے خدا کے کسی کے آگے نہیں جھکتی، جن کی زبان حق کی ترجمان ہوتی ہے، جن کی آنکھیں ہوسناک، جن کی نیت بھوکی، جن کے ازار ڈھیلے اور جن کے دماغ غلام نہیں۔

آدمی کا انسان ہونا پہلے بھی مطلوب تھا اور آج بھی مطلوب ہے، لیکن ہماری تلاش کا زاویہ اور جستجو کا قرینہ درست نہیں، تبھی تو شیخ بخاراؒ نے ایک جگہ فرمایا کہ میں دو جگہوں پر حیرت کا مرقع بن کر رہ گیا۔ ایک مطاف کعبہ میں کہ ایک شخص کو مصروف طواف دیکھا، مگر اس کا دل یاد خدا سے غافل پایا اور دوسرا بخارا کے بازار میں ایک دکاندار کو دیکھا، مگر اس کا دل پروردگار کی طرف تھا۔ ہم سمجھتے ہیں جس کا طرہ اونچا ہو وہی لیڈر ہے، حالانکہ جس کا نظریہ اونچا ہو، وہ لیڈر ہوتا ہے۔ ہمارا خیال ہے جس کے ہاتھ میں زمرد اور یاقوت کی تسبیح ہو، وہ شیخ کامل ہوتا ہے، حالانکہ جس کے ہاتھ اور زبان سے خلق خدا کو راحت پہنچے، وہ مرشد برحق ہوتا ہے۔ ہمارا یہ نقطۂ نظر بنا ہوا ہے کہ جو بھی لمبی عبا اور اونچی کلاہ پہنتا ہے، وہ عالم اور فقیہ ہے، حالانکہ جو پاکیزہ فکر اور بلند نگاہ ہو، وہ عالم و فقیہ ہوتا ہے۔

انسان آج بھی میسر ہیں مگر ہم غالباً فرشتہ ڈھونڈنے میں لگے ہوئے ہیں، جو پلک جھپکتے ہی آسمانوں پر چلا جائے، فضاؤں میں اڑتا دکھائی دے، سمندروں میں تیرتا ہوا نظر آئے، نہ کھائے نہ پیئے، نہ بولے، نہ ہنسے۔ جب چاہے نظروں سے غائب ہو جائے اور جب چاہے آجائے، جبکہ انسان تو انسانوں کے درمیان رہتا ہے، آسمانوں میں نہیں۔ فضاؤں میں پرندے اور سمندروں میں مچھلیاں ہوتی ہیں۔ انسان کھاتا پیتا بھی ہے اور بولتا ہنستا بھی، اسے نظروں سے اوجھل نہیں سامنے رہنا چاہئے اور جیسا ہو ویسا نظر آنا چاہئے۔ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور مٹی کی زمین پر رہتا اور بستا ہے۔

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری توہین ہوتی ہے
میں مسجود ملائک ہوں، مجھے انسان رہنے دو

انسان تسبیح کے دانوں، عمامہ کے پیچوں، دستار کی اوٹ، کلاہ کے سائے، پہاڑ کی چوٹی، مسند کی بلندی، کتاب کے اوراق اور الفاظ کے پیچ و خم میں نہیں، انسانی بستیوں آبادیوں، قصبوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں ملتا ہے۔ وفا کے موتی اکثر ویرانوں اور خزانے بسا اوقات خرابوں میں ملتے ہیں، شرط ہے طلب صادق اور نیت خالص ہو۔

(مرسلہ: محمد انور سعید، جھنگ)

دین حق کے تقاضے

تحریر: جناب رحمت اللہ بٹر' ناظم دعوت' تنظیم اسلامی' پاکستان

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام (اور حضرت ہارونؑ) کی دعوت کے نتیجے میں یہ جواب دیا گیا۔ کہنے لگے یہ دو جادوگر ہیں' یہ چاہتے ہیں کہ جادو کے زور پر تمہیں تمہاری زمین سے نکال دیں۔ تمہارے مثالی کلچر کو ختم کر دیں اور فرعون کہنے لگا۔ مجھے اجازت دو میں موسیٰؑ کو قتل کر دوں اور وہ پکارے اپنے رب کو۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارے نظام کو بدل دے گا اور زمین میں فساد برپا کر دے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے واضح فرمایا اپنے فرمان میں۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ کِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَنَعْلُہٗ حَسَنَۃً قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ. اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ. (رواہ مسلم)

جنت میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوا۔ اس پر ایک صحابیؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ایک شخص چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کا جوتا خوبصورت ہو۔ تو کیا یہ تکبر ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں۔ تکبر یہ ہے کہ انسان حق سامنے آنے پر اس کو جھٹلا دے اور انسانوں کو حقیر سمجھے۔

تو جان لیجئے اللہ تعالیٰ ہر رسول کو ایسی نشانیاں دے کر بھیجتا رہا ہے تا کہ وہ لوگ پہچان لیں جن کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اور ان پر حجت قائم ہو جائے۔ اب بھی حق بالکل واضح ہے اور اللہ کی کتاب کی صورت میں اسی طرح محفوظ ہے جیسے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ لیکن اگر آج لوگ نہیں مانتے تو لاعلمی کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے انکار کرتے ہیں اور ان کی انانیت ہی آڑے آتی ہے۔

ہاں ایک حقیقت کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ باطل نظام میں مذہبی طبقہ بھی حق کی مخالفت میں صاحب حیثیت لوگوں کو ڈھال مہیا کرتا ہے۔ جیسے علماء دین کی اکثریت اسلام کو بس مذہب کی حیثیت میں پیش فرما رہی ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے ہی کا درس دے رہی ہے اور باطل نظام سے کشمکش اور اس کے خلاف جہاد سے گریزاں ہے بلکہ بعض معاملات میں ان کے سپورٹر ہیں۔ جیسے بنک انٹرسٹ' جاگیرداری' مذہبی اجارہ داری وغیرہ اور یہی اکثریت ان علماء حقانی کے اثرات کو زائل کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے کہ عوام اسلام کے مذہبی پہلو یعنی عقیدہ' عبادات اور رسومات کی حد تک عمل کر کے بڑے مطمئن ہیں۔ حالانکہ اوپر طاغوت کا نظام ہے اور باطل پوری طرح چھایا ہوا ہے لیکن ان کا سارا زور آپس کے مذہبی اختلافات کو ہوا دینے پر خرچ ہو رہا ہے۔ یہی حقیقت ہے جسے کسی نے ایک شعر میں سمو دیا ہے۔

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کیسا حسین فریب ہے جو کھائے ہوئے ہیں ہم

اب آیئے اس بات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو کیا دے کر بھیجتا ہے جس کی شہادت کا فریضہ وہ ادا کرتے رہے ہیں۔ تو فرمایا گیا کہ

﴿وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحدید:25)

''اور ہم نازل کرتے ہیں کتاب اور میزان تا کہ لوگوں میں عدل اجتماعی قائم ہو۔''

اور یہی دو چیزیں ہیں جن کے بارے میں سورۃ الشوریٰ (آیت 17) میں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ذکر کیا گیا:

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ﴾

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ جس نے کتاب نازل کی حق پر مبنی اور میزان۔ یہ ہے دوسری حجت جو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کے ذریعہ کرواتا رہا ہے کہ وہ کتاب کی تعلیم پر مبنی عدل اجتماعی قائم کریں۔

اور انہی دو چیزوں کو بیان کیا آپؐ کے لئے۔ تین مقامات پر اس صورت میں جو تقاضا ہوا تکمیل دین اور اتمام نعمت کا۔

﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾
(الصف 9' الفتح 28' التوبہ 33)

وہ ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول (ﷺ) کو الہدیٰ اور دین الحق دے کر تا کہ وہ غالب کریں اس دین کو باقی تمام ادیان یا پورے کے پورے دین پر۔ یعنی پہلے رسولوں کے بارے میں جو ذکر ہے کتاب اور میزان کا اور مکی قرآن میں جس کا ذکر کیا آپؐ کے لئے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو الہدیٰ اور دین الحق بنا دیا۔ آخری رسول اللہ ﷺ کے لئے کتاب کی جگہ الہدیٰ' کامل ترین ہدایت اور میزان کی جگہ دین الحق یعنی دین اسلام۔

اب جاننا ہے کہ جو شہادت کا فریضہ ذمہ داری تھی رسول اللہ کی اور پھر ذمہ داری ٹھہرائی گئی خیر امت کی یعنی

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرہ:143)

اس کے تقاضے کیا تھے اور آپؐ نے کیسے ادا کئے اور اب امت کیسے ادا کرے گی تو شہادت کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔

الہدیٰ کی شہادت اللہ کی کتاب ایک پیغام لے کر آئی ہے اور وہی اس کی دعوت ہے۔ پوری انسانیت کی طرف اور وہ ہے دعوتِ ایمان۔ اس کائنات کے حقائق کو تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے۔ یعنی یہ مانو! کہ یہ کائنات خود بخود پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی خود بخود چل رہی ہے بلکہ ایک ہستی ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے اور وہی اب بھی اس کا حاکم حقیقی ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ (الزمر:62)

''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو وجود بخشا ہے اور وہی سب چیزوں کا کارساز ہے''۔

یہ کائنات اور دنیا نہ ہمیشہ سے ہے اور نہ ہی ہمیشہ رہنے والی ہے بلکہ یہ ایک مدت معین تک کیلئے ہے اور یہ با مقصد تخلیق ہے۔ اس لئے وہ دن آ کر رہے گا جس میں ہر چیز کی غرض تخلیق کا جائزہ لیا جائے کہ اس نے اپنا مقصد پورا کیا یا نہیں کیونکہ یہ بالحق پیدا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ ہر مخلوق کو فطری صلاحیتیں اور رہنمائی عطا کی ہے جس کی بنیاد پر وہ مسئول ہے اور خاص کر انسان کو تو احسن تقویم پر پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ اصل اساسیات مسئولیت یہ ہیں۔ عہد الست' علم الاسماء' سماعت' بصارت اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور پھر نیکی بدی کی تمیز حق اور باطل کی پہچان۔

1- ''یاد کرو جب تیرے رب نے آدم کی تمام اولاد کو اپنے سامنے حاضر کیا اور ان کو خود ان کے نفس پر گواہ ٹھہرایا اور پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے اقرار کیا کیوں نہیں ہم گواہ ہیں''۔

یہ اس لئے کیا کہ مبادا تم قیامت کے دن کہہ دو کہ ہم اس سے غافل تھے۔ یا یہ نہ کہہ دو کہ ہمارے باپ دادا مشرک تھے اور ہم ان کی اولاد تھے اس لئے ان کے بعد (مشرک ہوگئے) تو کیا ہمیں ہلاکت میں ڈالے گا ان باطل کرنے والوں کی وجہ سے''۔ (الاعراف: 172' 173)

(اس عذر کو ختم کرنے کے لئے ہر ایک سے عہد لیا گیا اور پھر یہ اس کی فطرت بنا دیا گیا۔

2۔ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ہر آدم میں یہ صلاحیت پیدا کر دی کہ زمین پر جتنی چیزیں ہیں ان کی خاصیتیں جان لے اور ان سے فائدہ اٹھائے اور کام میں لائے اور ان کو پیدا کرنے والے کا احسان مانے اور شکر بجالائے۔ (البقرہ)

3۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (الملک: 23) وہ ہے (اللہ) جس نے تم کو پیدا کیا اور پھر تمہیں سماعت بصارت اور سوچنے کی صلاحیت سے نوازا۔ بہت تھوڑا ہے جو شکر بجالاتے ہو۔

4۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (الشمس: 8) الہام کر دیا اس کی نافرمانی اور تقویٰ اس کے نفس میں۔

اس لئے فرمایا وہ قیامت کا دن 'یوم الآخر تو لازم ہے کیونکہ وہ تیرے رب کی رحمت کا ظہور ہے تاکہ وہ ان انسانوں کو نوازے جنہوں نے اپنا مقصد تخلیق پورا کیا ہو۔

﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ (الانعام: 12)

یہ ہے ایمان بالرسالت جس کے ذریعے انسانوں پر حجت قائم کر دی گئی۔ ہدایت نازل کرکے اور اس پر عمل کروا کر۔ چنانچہ مانو کہ اللہ تعالیٰ جو کتب نازل کرتا رہا ہے وہ اس کا کلام ہے جسے روح الامین انسانوں میں سے چنیدہ انسانوں تک پہنچاتا رہا ہے اور وہ انسان جو انبیاء و رسل ہیں وہ عمل کرکے دکھاتے رہے ہیں۔

چنانچہ یہ ہے وہ پیغام جو الہدیٰ کے ذریعہ نازل کیا گیا اور اس کی تبلیغ' دعوت اور اخلاقِ حسنہ کے ذریعہ اس کا نمونہ دیا تمام انبیاء اور رسل نے اور خاص کر محمد رسول اللہ ﷺ نے۔

اب اُمت پر اس کی شہادت کے یہی تقاضے ہیں کہ امت اپنے دور کے انسانوں تک سب سے پہلے اس کا پیغام پہنچائے اسی کا نام تبلیغ ہے۔ چنانچہ پہلا حق الہدیٰ کا یہی ہے۔ لیکن یہ حق اب یوں ادا ہوگا کہ یہ پیغام تمام قوموں تک ان کی زبان میں پہنچایا جائے اور اس کے لئے تمام ذرائع ابلاغ استعمال کئے جائیں تاکہ حق تبلیغ ادا ہو۔ تبلیغ لوگوں تک پیغام پہنچانے کا نام ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس کتاب ہے' اسے آکر پڑھ لو۔ نہیں...... اس کو ایک مثال سے سمجھ لیں۔ کچھ لوگوں کو پانی کی ضرورت ہے۔ پانی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ کنویں' تالاب میں پانی موجود ہے ڈول لے کر جاؤ اور پانی لے لو۔ یہ تبلیغ نہیں ہے بلکہ پانی خود ان لوگوں تک پہنچنا چاہئے اور یہ کام کرتا ہے بادل کہ وہ خود پانی لے کر جا پہنچتا ہے تو یہ ہے مبلغ کا عمل جو بادل ادا کرتا ہے۔ چنانچہ آج افراد کی بھی ضرورت ہے کہ وہ مختلف زبانیں سیکھیں اور قرآن کے پیغام کو تمام قوموں تک ان کی زبان میں پہنچائیں۔ لیکن اس کا مؤثر ذریعہ آج ٹیلی

باطل نظام میں مذہبی طبقہ بھی حق کی مخالفت میں صاحب حیثیت لوگوں کو ڈھال مہیا کرتا ہے

ویژن' کمپیوٹر' ریڈیو' اخبارات' رسائل اور آڈیو ویڈیو کیسٹ ہیں۔ جب تک یہ ذرائع استعمال نہ ہوں گے حق تبلیغ ادا نہ ہوگا۔ دوسرا حق الہدیٰ کا یہ ہے کہ پھر ان قوموں میں سے کچھ افراد کو نکال کر لایا جائے اور اُن کو تفصیل کے ساتھ اسلام اور قرآن کی تعلیم دی جائے جسے قرآن مجید دعوت کا نام دیتا ہے۔

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (النحل: 125)

''دعوت دو اپنے رب کے راستہ یعنی صراط مستقیم کی طرف دلیل کے ساتھ۔ اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان سے مناظرہ کرو بہترین طریقہ پر۔

یہ ہیں تین طریقے دعوت قرآن کا حق ادا کرنے کے۔ ایک گروہ وہ ہونا چاہئے جو باطل فلسفے پڑھے اور پھر قرآن و حدیث کی تعلیم کے ذریعہ ان کا باطل ہونا ثابت کرے اور صحیح نظریات اور حکمت عام کرے۔

دوسرا گروہ وہ تیار ہو جو عوام الناس تک قرآن کی تعلیم اچھے وعظ کے ذریعے پہنچائے اور تیسرا گروہ وہ ہو جو دوسرے مذاہب کا پرچار کرنے والوں کے ساتھ مناظرہ کرے۔ ان کا غلط ہونا عوام کے سامنے لائے تاکہ ان کے اثرات سے عوام الناس بچ سکیں۔

تیسرا حق الہدیٰ کا یہ ہے کہ اس کی وہ اقدار اور اخلاق حسنہ جو وہ معاشرے میں پروان چڑھانا چاہتا ہے ان کو عام کیا جائے اور جن رذائل اخلاق کی وہ نکیر کرتا ہے۔ ان کی شناعت اور برائی کو مبرہن کیا جائے۔ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر باللسان۔ عبدیت' سچائی' امانت و دیانت' عہد کی پاسداری' صلہ رحمی' صبر و شکر' حیاء اور توکل علی اللہ کے اوصاف کے نمونے پیدا کئے جائیں اور ان کی ترویج ہو اور تکبر و غرور' جھوٹ' بددیانتی' بدعہدی' قطع رحمی' غصہ و غیبت' بے حیائی اور فحاشی اور اوہام پرستی جیسی برائیوں کے بارے میں آگاہ کیا جائے اور ان کے مضر اثرات سے معاشرے کو بچانے کی کوشش کی جائے۔

اس کے لئے بھی تمام ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جائے اور پھر کردار کے عملی نمونوں کے ذریعہ مثالیں قائم کی جائیں۔ یہ ہیں تین حق جو الہدیٰ کی شہادت کے لوازمات ہیں اور فریضہ کی ادائیگی اس کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔

دین الحق کی شہادت:

اس شہادت کی اہمیت اس سے عیاں ہوتی ہے کہ سورہ الحج کی آخری آیت میں بھی ذکر دین ہی کا ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾

''اور دین کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا طریقہ ہے جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس قرآن میں بھی تمہیں مسلمان قرار دیا گیا ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ بن جائیں اور پھر تم گواہ بن جاؤ تمام انسانیت کے لئے۔''

سورہ الحدید میں انبیاء و رسل کی بعثت کی غرض و غایت یہی قرار پائی کہ لیقوم الناس بالقسط۔ تاکہ لوگوں میں عدل اجتماعی قائم ہو جائے میزان کے ذریعہ۔

اور پھر نبی اکرم ﷺ کے لئے جو خصوصی آیات نازل کی گئی ان میں دین الحق کا مقصد یہ قرار پایا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کیا جائے۔ یہ نہایت ضروری ہے کیونکہ عوام اکثر و بیشتر جس نظام کے تحت ہوں ان کے لئے اس کے خلاف عمل کرنا ناممکن ہوتا ہے اور وہ تابع ہوتے ہیں حکمرانوں اور جاگیرداروں کے۔

اب جان لینا چاہئے کہ دین ہوتا کیا ہے۔ دین کے بنیادی معنی تو بدلہ کے ہیں جیسے سورہ فاتحہ میں آیا' مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ مختار مطلق ہے بدلے کے دن کا۔ لیکن یہ بدلہ کس بنیاد پر ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ کسی قانون' دستور کی بنیاد پر ہوتا ہے کہ جس کے ماننے اور نہ ماننے پر جزا و سزا ہوتی ہے۔ اس لئے دین نام ہے اس دستور العمل اور ضابطہ حیات کا جو اجتماعی زندگی کی بنیاد ہوتا ہے۔

(جاری ہے)

ڈیئر لاہور

رعنا ہاشم خان

''قربانی اللہ کے لئے' کھال شوکت خانم کے لئے''
اس معصوم صورت کو دیکھتے ہی پہلا دھیان بے ساختہ لاہور میں جگہ جگہ لگائے گئے عمران خان کے کینسر ہسپتال کے بینرز کی طرف گیا ہی تھا کہ اس کے گلے سے برآمد شدہ ''میں میں'' اس تلخ حقیقت سے دوچار کرگئی کہ فاسٹ باؤلر عمران خان' پوری قوم کا ہیرو اور شوکت میموریل کا بانی اور قوم سے قربانی کی کھالیں اللہ کے نام پر طلب کرنے والا جب بھی شکاگو آتا ہے تیسرے درجے کی گلوکارہ طاہرہ سید کو بھی ہمراہ لے آتا ہے اور پوری پوری رات شوکت خانم میموریل کے نام پر ہنگامۂ سازو آواز منعقد کراتا ہے۔ لہٰذا ہم اپنے قربانی کے معصوم جانور کی کھال کسی حلال مقصد کے لئے دیں گے' مثلاً سہارا بے سہاروں کا' لیکن یہ کیا وہاں تو ابرار الحق براجمان ہے جو پوری قوم کے نوجوانوں کے لئے لائن بنا کر' بلو کے گھر لے جا کر غلط مثال نہ صرف وطنِ عزیز میں قائم کر چکا ہے بلکہ امریکہ میں اس نے اپنے گانوں کی ویڈیوز اسپینش لڑکیوں کے ہمراہ بنا ڈالی ہیں اور ابرار الحق کریز میں پاکستانی کمیونٹی کو بری طرح مبتلا کر رکھا ہے اور جس کا حلیہ یعنی گلے میں کئی کئی زنجیریں اور کلائی میں پڑے بریسلٹ دیکھ کر گمان گزرتا ہے کہ وہ تو خود پڑوسی ملک کی ثقافت اور تہذیبِ حاضر میں گرفتار ہے پھر وہ بے سہارا بھلا کیا کسی کا سہارا بنے گا البتہ قوم کو نچ پنجابن نچ کا زہر ضرور دے رہا ہے۔

امریکہ میں یہ بات مشہور ہے کہ جس رات چاند پورا ہوتا ہے اس دن اور رات میں بہت سے انسانوں کی دماغی کیفیت میں ہلچل برپا ہو جاتی ہے لیکن لاہور کے لبرٹی مارکیٹ کی ایک شاپ میں جبکہ بارش ہو رہی تھی اور چاند سرے سے ناپید تھا' ایک صاحب کی دماغی کیفیت میں ہلچل کا نظارہ ہم نے کچھ یوں بھی دیکھا کہ کانوں پر ہیڈ فون چڑھائے ایک کونے میں بیٹھی اللہ کی ایک مخلوق جسے اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے جھومے جا رہی تھی اور مغنیہ کی آواز دور دور تک پہنچ رہی تھی۔ غور کرنے پر اندازہ ہوا کہ موصوف پوری لبرٹی مارکیٹ میں گویوں کا پیغام پہنچائے جانے کے کارِ خیر کے لئے مقرر کئے گئے تھے اور چونکہ قوم کی جہالت بڑھانے اور اسے علم کی روشنی سے دور رکھنے کی سب سے کارگر کوشش یہی ہے لہٰذا آج قوم علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی کو سمجھنے کی بجائے ''بے خود'' ہے اور مورال کچھ یوں بریک ہو چکا ہے کہ اب ایٹمی پروگرام رول بیک کر لینے کی نوبت آ چکی ہے۔

یہ اس قوم کا حال ہے کہ دیبل سے ایک خاتون کی پکار جب عرب میں حجاج بن یوسف تک پہنچتی ہے ''اغثنی'' فریاد رسی کر! تو حجاج بول اٹھتا ہے ''لبیک'' حاضر ہوں اور محمد بن قاسم کی یلغار تاریخ کا ایک سنہرا باب بن جاتی ہے۔ اور اب محمد بن قاسم اس لئے نظر نہیں آتے کہ بازاروں میں منظروں کا ایک منظر یوں بھی دیکھنے میں آیا کہ خواتین کے لباس جسموں پر یوں ہیں جیسے تصویر کے گرد فریم فٹ کروایا جاتا ہے لہٰذا ایسے قحط النساء میں لبیک کہنے والے کیونکر پیدا ہو سکتے ہیں۔ وطنِ عزیز سے آنے والوں کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ پاکستان میں کوئی غریب نہیں ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر یہ بچے کون ہیں جو چلتی ٹریفک کے درمیان اخبار اور پھول بیچتے ہیں اور گاڑیوں کے شیشے صاف کرتے کرتے اشارہ سبز ہو جانے پر کفِ افسوس ملتے رہ جاتے ہیں اور کئی سال پہلے سنا ایک ترانہ ''میں چھوٹا سا اک لڑکا ہوں' پر کام کروں گا بڑے بڑے'' دماغ میں گونج کر رہ جاتا ہے کہ شاعر نے تو بہت خوبصورت بات کہی تھی لیکن اسکی شاعری میں حقیقت کا رنگ بھرنے والے بالکل یوں ہی ناپید ہیں جیسے کئی علاقوں میں نلکوں سے پانی!

عہد کی پابندی میں ہر عہد شامل ہے اور وقت کی پابندی بھی عہد ہی کا حصہ ہے لیکن من حیث القوم ہمارے عہد کی حالت کچھ یوں ہے کہ تھا وقتِ تقریب دوپہر میں' وہ شام ڈھلنے کے بعد آئے۔ البتہ دشمن ملک سے ہر سال ڈور' پتنگیں اور فلموں کی درآمد کے عہد پر آنچ نہیں آنے دی جاتی۔ کیا اس طرح ہم بابری مسجد شہید کرنے والوں کی معاشی اعانت نہیں کر رہے؟ جب کوئی حادثہ' کوئی سانحہ رونما ہو جائے تو ہمارے غم و غصے کی لہروں کا شمار مشکل ہو جاتا ہے لیکن جب جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے تو واہگہ کے راستے خطۂ لاہور میں داخل ہونے والی ارمیلا کے استقبال کے لئے ڈیلی ڈان کی ایک رپورٹ کے مطابق زندہ دلانِ لاہور کی اتنی ہی بڑی تعداد موجود ہوتی ہے جتنی واجپائی کی آمد کے موقع پر موجود تھی اور بھارتی اداکارہ نہال ہو کر بسنت کے موقع پر چالیس اداکاروں کے ساتھ لاہور آنے کا مژدۂ جانفزا سنا ڈالتی ہے اور دور کہیں سونیا گاندھی گنگناتی ہے کہ پاکستان کو ثقافتی سطح پر بھارت فتح کر چکا۔

اسے کہتے ہیں غلامی سے آزادی کے بعد ایک بار پھر غلامی کی راہ پر گامزن ہونا! لاہور سے واپسی کو اب دو ہفتے ہونے کو آئے ہیں' جیٹ لیگ کب کا ختم ہو چکا لیکن لاہور لیگ ہنوز باقی ہے کہ اپنا وطن چھوڑ کر آنا ہرگز آسان نہیں ہوا کرتا۔ کاش کہ وطن کی اہمیت و قدر و منزلت کا احساس ان اہلِ وطن کو ہو جائے جو احساسِ کمتری کے طور پر اپنی زبان اور کلچر کو ترک کر کے مغربی و بھارتی روش اختیار کرنے کی کوششوں میں ہلکان ہوئے جا رہے ہیں۔

عزیز ہم وطنو! ہم سمندر پار سہی لیکن ہم تمام پاکستانیوں کے دل پاکستان ہی میں دھڑکتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ اگر ہمارا دینی اور قومی جذبہ سلامت ہے تو ہم چاہے وطن میں ہوں یا وطن سے باہر' ملک و ملت کی اصلاحِ احوال کرنے والوں کے ساتھ مکمل تعاون کر سکتے ہیں۔ نیک کام کے ارادے تو بہت لوگ کرتے ہیں مگر قابلِ تعریف و تقلید ہیں وہ لوگ جو انہیں واقعی انجام دیتے ہیں۔

raana.khan@tanzeem.us

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل' مدارج اور لوازم
منہج انقلابِ نبویؐ
مجلد 200 روپے' غیر مجلد 140 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی' ایمان کا فلسفہ' ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیقی و فکری تصنیف
حقیقتِ ایمان
اشاعت خاص 90 روپے' اشاعت عام 50 روپے

جمہوریت کا خاتمہ

مشہور مصنف اور صحافی عابد اللہ جان کی کتاب کا تعارف

"ندائے خلافت" کے قارئین محترم عابد اللہ جان کے نام سے خوب واقف ہیں۔ عابد صاحب کے انگریزی مضامین ایک عرصے سے تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ "ندائے خلافت" میں شائع ہو کر قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کر رہے ہیں۔ اور خصوصاً پاکستان کے سیاسی حالات کی ابتری پر ان کا اضطراب اور درد وغم ان کی ایک ایک سطر سے جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔ وہ صرف اظہارِ غم نہیں کرتے۔ پورے دلائل' اعداد وشمار' حقائق اور حوالوں کے ساتھ بڑی پختگی اور اعتماد کے ساتھ قلم اٹھاتے ہیں جان صاحب اب پاکستان سے باہر' بین الاقوامی ذرائع ابلاغ میں بھی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ وہ سلجھے ہوئے سیاسی تجزیہ نگار ہیں۔ ترقیات کے ماہرِ خصوصی ہیں۔ کسی قدر یہ تعجب کی بات ہے کہ بنیادی طور پر وہ کیمیا دان ہیں۔ لندن یونیورسٹی سے کیمیا کی اعلیٰ تعلیم' ماحولیات کے شعبے میں اختصاص کے ساتھ حاصل کی۔ لیبارٹری میں جس طرح کیمیاوی اشیاء کی تحلیل آخری قطرے اور ذرے تک کی جاتی ہے' بالکل اسی انداز میں وہ سیاسی موضوع کا کیمیاوی تجزیہ کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتے ہیں۔ تجزیہ کرنے کے بعد حق گوئی کی ایسی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ حکومتوں کی طرف سے سخت اور کڑی پابندیاں بھی کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

پچیس سال ہو رہے ہیں' 1980ء میں انہوں نے مسلم دنیا کی سیاسی و معاشی حالت زار کے موضوع پر قلم رواں کیا تھا' آج تک سینکڑوں کالم تحریر کر چکے ہیں جو "ندائے خلافت" اور دنیا کے دوسرے مقبولِ عام اخبارات وجرائد میں چھپتے رہتے ہیں۔ جمہوریت' عدل وانصاف اور انسانی حقوق کی علم بردار ریاستوں' حکمرانوں اور نام نہاد دانشوروں کی منافقت اور عیاری کا کچا چٹھا کھولنے میں انہیں مہارتِ کاملہ حاصل ہے۔ ان کے بلند بانگ دعووں کو وہ اپنے ایک کالم سے بے مایہ اور کھوکھلا ثابت کر دیتے ہیں۔ اب تک عابد جان صاحب کی متعدد تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ وہ انگریزی میں لکھتے ہیں اور ایسی سلاست اور سادگی سے لکھتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے' جیسے انگریزی ان کی مادری زبان ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "یہ جنگ اسلام کے خلاف ہے؟" (A war on Islam?) میں دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ کے اصل عزائم بے نقاب کئے ہیں' اور دنیا کے ملکوں کو آزادی اور جمہوریت دلانے کے بہانے ان کی آبادی پر خوں ریزی اور وسائل پر تسلط وقبضہ جمانے کی ناپاک کوششوں کی پردہ دری کی ہے۔

اب حال ہی میں کینیڈا سے' جہاں وہ لگ بھگ گزشتہ ایک برس سے مقیم ہیں' ان کی تازہ کتاب "جمہوریت کا خاتمہ" (انگریزی میں) شائع ہوئی ہے' خوبصورت اور دیدہ زیب گٹ اپ بین الاقوامی معیار کے مطابق ہے۔ ظاہری خوبصورتی سے بڑھ کر اس کا باطن قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے جمہوریت نواز کے علمبردار امریکا اور اس کے حواریوں کا بت جان صاحب نے اپنے تجزیہ نگار قلم سے اسی بے رحمی سے گرایا ہے جس طرح امریکی افواج نے بغداد کے چوراہے پر صدام حسین کا بت گرایا تھا۔ اشتراکی روس سے سرد جنگ کے خاتمہ پر جب آزاد خیال جمہوریت کے علم برداروں نے جشن منایا تھا تو امریکی دانشور فرانسس فکویاما نے خوشی کے مارے اشتراکیت کے کاتمے کو "تاریخ کا خاتمہ" کہا تھا' اور اس کی اسی نام کی کتاب نے دنیا میں دھوم مچا دی تھی۔ اس کتاب کے اصل موضوع کو ریزہ ریزہ کرتے ہوئے عابد صاحب نے اپنی مذکورہ کتاب میں ثابت کیا ہے' کہ تاریخ کا خاتمہ تو دور کی بات ہے' امریکا بہادر نے عراق پر پوری دنیا اور اقوام متحدہ کے بیشتر ملکوں کی شدید مخالفت کے باوجود' بلا اشتعال اور بے جواز جس سفاکی سے حملہ کر کے' اس کے تیل کے قدرتی ذخائر پر قبضہ جمایا ہے' وہ درحقیقت "جمہوریت کا خاتمہ" ہے۔ ثابت ہو گیا ہے کہ جمہوریت جس کا مغرب' بالخصوص امریکہ ایک عرصہ سے ڈھنڈورہ پیٹ رہا تھا' ناکام ہو چکی ہے' بالخصوص 11 ستمبر والے واقعے کے بعد جمہوریت کو غلط عزائم کی تکمیل اور ملک گیری کی ہوس کے لئے بری طرح استعمال کیا گیا ہے۔ مصنف نے پوری کتاب کے دوران میں پورے دلائل کے ساتھ اس امر کی وضاحت اور وکالت کی ہے کہ سچی جمہوریت' اپنے تمام مثبت پہلوؤں کے ساتھ اگر کہیں موجود ہے تو وہ صرف اسلام میں ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں' وہ غلطی پر ہیں۔ اسلام ہی ہے جو بالآخر عصرِ حاضر کے چیلنج کا مقابلہ کرے گا اور بے دین آزاد خیال جمہوریت پر غلبہ پا کر حقیقی جمہوریت رائج ونافذ کرے گا۔

عابد صاحب کی زیرِ نظر کتاب کو اہلِ فکر ودانش نے اپنے تبصروں سے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ امریکا کے "میڈیا نیٹ ورک" نے لکھا: "بڑی خیال افروز اور جامع تصنیف"۔ کینیڈا کی اسلامی کانگریس کے ڈائرکٹر ایوب اظہر حامد نے لکھا: "یہ کتاب صرف حالاتِ حاضرہ کا تجزیہ ہی نہیں کرتی' بلکہ سیکولر جمہوریت کی ناکامی سے پیدا ہونے والے مسائل کا حل بھی بتاتی ہے۔" تنظیمِ اسلامی کے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لکھتے ہیں: "مصنف متبادل حل تو پیش کرتے ہیں' لیکن خوش کن نعروں' مثلاً یہ کہ جمہوریت ہے تو اسلام میں ہے یا یہ کہ سچی جمہوریت صرف اسلام میں ملتی ہے' سے گریز کرتے ہیں۔ مصنف نے لبرل ڈیموکریسی اور اسلام کی شورائی جمہوریت' میں جو بنیادی اختلافات ہیں' مثلاً حقوق اللہ اور حقوق العباد انسانی حقوق اور انسانی فرائض' اللہ کا اقتدارِ اعلیٰ اور عوام کا اقتدارِ اعلیٰ' ان اختلافات کی مناسب تشریحات سے مصنف قارئین کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ اپنی عقل استعمال کر کے اپنے نتائج خود اخذ کریں کہ انسان کے خود ساختہ طرزِ حکومت کی ناکامی کا صحیح اور منطقی متبادل کیا ہے اور کیا ہونا چاہئے۔"

انگریزی زبان میں یہ کتاب کینیڈا میں' بہت اچھے کاغذ پر طبع وشائع ہوئی ہے۔ پاکستان میں حاصل کرنے کا پتہ یہ ہے: الفیصل ناشران' غزنی سٹریٹ' اردو بازار' لاہور۔ فون: 7230777 (تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

امت مسلمہ کے لئے
سہ نکاتی لائحہ عمل اور
نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت
مجلد 60 روپے' غیر مجلد 36 روپے

حلقہ بہاولنگر کا ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجتماع

مورخہ 8 فروری بروز اتوار کو یہ اجتماع منعقد ہوا۔ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی صاحب اور محمد اشرف وصی صاحب نے جو لاہور سے تشریف لائے تھے، شرکت فرمائی۔ حلقہ بہاول نگر کے مختلف شہروں بہاولنگر، ہارون آباد، چشتیاں آباد، فورٹ عباس، مروٹ اور بہاولپور سے تقریباً 40 رفقاء نے شرکت فرمائی۔ اس دفعہ کا موضوع ''راہ نجات: سورۃ العصر کی روشنی میں'' تھا۔ پہلے نوجوان رفیق جناب محمد فاروق افضل نے مختصر خطاب فرمایا اور واضح کیا کہ اس چھوٹی سی سورہ مبارکہ میں بہت بڑا پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے بارے میں اعلان فرمایا ہے کہ وہ خسارے میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لا کر نیک عمل کریں پھر دوسروں کو حق اور صبر کی وصیت کریں۔ اس کے بعد جناب اشرف وصی صاحب نے آٹھ سینئر رفقاء کے ساتھ دوسرے رفقاء کے گروپ بنا دیئے اور پون گھنٹہ کا ٹائم دیا کہ رفقاء جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے کتابچہ راہ نجات سے تیاری کریں۔ موضوع کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ تیاری کے بعد مندرجہ ذیل رفقاء نے خطاب کئے۔ حکیم منظور احمد صاحب، محمد اکرم نے خسارے سے بچنے کے لئے پہلی شرط ایمان بیان کی۔ ڈاکٹر محمد اشرف، ابرار اشرف صاحب نے عمل صالح کا مفہوم اور ایمان اور عمل صالح کا تعلق بیان کیا۔ حکیم امانت علی اور امتیاز صاحب نے عمل صالح اور تواصی بالحق کا تعلق اور عبدالقدر صاحب اور وقار اشرف صاحب نے تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کو بیان کیا بعد میں محمد اشرف وصی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں سینئر رفقاء سے مذاکرہ کروایا کہ ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کس طریقے سے آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ یہ پروگرام جو 30-11 سے لے کر نماز عصر تک جاری رہا۔ تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی صاحب پروگرام میں موجود رہے اور آخر میں انہوں نے رفقاء کو نصیحتیں کیں کہ کس طرح شیطان نسل انسانی کے پیچھے لگا ہوا ہے اور بچنے کی واحد راہ اللہ تعالیٰ کے پیغام پر عمل کرنا ہے۔ ہمیں آپس میں ایثار و قربانی اور درگزر کا رویہ اپنانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر فتنہ سے محفوظ فرمائے۔ دعا کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔ آئندہ پروگرام جو مارچ کے پہلے اتوار منعقد ہوگا اس کے لئے جو موضوع دیا گیا وہ ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' ہیں۔

(مرتب: ذوالفقار علی)

خطاب عام بمقام گوٹھ سوبھو خان مگسی اسرہ شاہ پنجو

مورخہ 3 فروری 2004ء بروز منگل عیدالاضحیٰ کے دوسرے دن شام پانچ بجے خطاب عام گوٹھ سوبھو خان مگسی میں تنظیم اسلامی اسرہ شاہ پنجو کی طرف سے منعقد ہوا۔ جس کا آغاز رفیق تنظیم عبدالمالک مگسی نے سورۃ المنافقون کے دوسرے رکوع کی تلاوت سے کیا اور مذکورہ بالا رکوع کا ترجمہ نقیب اسرہ احمد صادق سومرو نے نہایت احسن طریقے سے کیا۔ اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی حلقہ بالائی سندھ محترم غلام محمد سومرو صاحب کو دعوت خطاب دی گئی جس میں سومرو صاحب نے بابلی تاریخ سے لے کر اب تک کے حالات کا اجمالی خاکہ پیش کیا اور مسلمانوں کی حالتِ زار کے موضوع پر اثر انگیز اور پُر جوش خطاب فرمایا اور کہا کہ اب مسلمان جن میں خصوصاً پاکستان بھی شامل ہے نازک اور خطرناک حالات سے دوچار ہیں اور ان حالات کو بدلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اجتماعی توبہ کریں۔ ہم مسلمانوں کا جو مقام پانچ سو سال پہلے تھا وہ تدریجاً ختم ہوتے ہوتے پچھلی صدی میں اس حد تک پہنچا کہ کوئی بھی مسلمان خطہ براہِ راست یا بالواسطہ مکمل آزاد نہ تھا اور مشرکوں اور کافروں کا غلام تھا۔ یہ اس لئے کہ مسلمانوں نے اپنا فریضہ جو اللہ پاک نے انہیں سونپا تھا یعنی شہادۃ علی الناس چھوڑ دیا تھا اور دنیا پرست ہو گئے تھے۔ اب ان کا کوئی مقام نہیں ہے کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں۔ حالات بدل سکتے ہیں اس کے لئے عزم چاہئے، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور بھروسہ کرنا ہوگا، جہاد کرنا ہوگا۔ نہی عن المنکر کا کام دلیری سے کرنا ہوگا۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ پاکستان بھی افغانستان یا عراق بن جائے اور ایٹمی ہتھیار جن کے حصول کے لئے قوم نے جو سالہا سال

سے قربانیاں دیں، وہ اٹھا لئے جائیں اور ہم ہمیشہ کے لئے ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں کے غلام بن جائیں۔ پروگرام علاقہ کے لوگوں نے بہت پسند کی۔ جس کی کامیابی کا سہرا تنظیمی رفقاء کے سر ہے، جنہوں نے اجتماعی طور پر اور فرداً فرداً لوگوں کو دعوت دی۔ آخر میں احباب کی ریفریشمنٹ سے تواضع کی گئی۔ اس اجتماع میں مجموعی طور پر 200 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

(رپورٹ: نور محمد لاکھیر)

تنظیم اسلامی بیبیوڑ کی دعوتی سرگرمیاں

ماہ جنوری 2004ء کے دوران تنظیم اسلامی بیبیوڑ جو حلقہ سرحد شمالی میں شامل ہے، کے زیر اہتمام دعوتی پروگراموں سے مقامی تنظیم کے امیر ممتاز بخت (راقم) اور قائم مقام امیر حلقہ مولانا غلام اللہ حقانی نے خطاب فرمایا۔

راقم نے جامع مسجد شمورگار، جامع مسجد باڈہ اور جامع مسجد بلال میں ''سہ نکاتی لائحہ عمل''، جامع مسجد اقصیٰ بیبیوڑ میں شہادت علی الناس اور جامع مسجد گندیگار میں فرائض دینی کے جامع تصور اور سہ نکاتی لائحہ عمل کے موضوع پر خطاب کیا۔ ہر ایک مقام پر حاضری 25 تا 30 افراد رہی۔

اسی طرح 19 جنوری تا 29 جنوری علاقے کی مختلف مساجد میں ''فلسفہ قربانی''۔ ''روح قربانی'' ''منہج انقلاب نبوی'' اور ''آخرت'' کے موضوع پر 6 خطابات ہوئے۔ ہر مقام پر حاضری 20 تا 30 افراد رہی۔

ماہ جنوری کے اواخر میں قائم مقام امیر حلقہ مولانا غلام اللہ حقانی صاحب خصوصی دعوت پر بیبیوڑ تشریف لائے مسجد اقصیٰ اور جامع مسجد گندیگار میں انہوں نے رجوع الی القرآن اور علم کی اہمیت و ضرورت پر خطاب فرمایا۔ کل 85 حضرات اِن خطابات سے مستفید ہوئے۔

مولانا نے چند علماء سے خصوصی ملاقات بھی کی جس میں انہیں تنظیم کی دعوت پیش کی۔

(مرتب: ممتاز بخت)

تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی و دعوتی پروگرام کی روداد

مورخہ 25 جنوری بروز اتوار تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے زیر انتظام دفتر والھدیٰ لائبریری واقع فلیٹ نمبر 5 دوسری منزل سلطانہ آرکیڈ فردوس مارکیٹ گلبرگ میں ایک روزہ تربیتی و دعوتی اجتماع منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز درسِ قرآن سے ہوا۔ محمد مبشر صاحب رفیق تنظیم نے سورۃ الشوریٰ کی آیات 36 تا 43 کی روشنی میں آخرت پر ایمان رکھنے والوں کی صفات بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں ملنے والی بڑی سے بڑی نعمت عارضی ہے اور محض برتنے کا سامان ہے جو آخرت میں ہے وہ بہتر بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والا بھی۔ بعد ازاں بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے تنظیم اسلامی کی اساسی دعوت و فکر پر اظہارِ خیال فرمایا۔ مہمانِ مقرر جناب حافظ عرفان صاحب نے شرکاء پر شہادت علی الناس کے فریضے کی ادائیگی کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں عملی تجاویز رکھیں۔ آپ نے اپنے مخصوص انداز میں دعوت کے کام کی اہمیت کو واضح فرماتے ہوئے فرمایا کہ اپنی صلاحیتوں اپنی زبان اور علم و تقویٰ کے معیار کی طرف نہ دیکھئے بلکہ کام کا آغاز کر دیجئے اور اس کا آغاز نبی اکرم ﷺ کے فرمان "افشوا السلام بینکم" سے کر دیجئے۔ نماز عصر تا مغرب مساجد میں اور گردونواح میں لائبریری کے تعارف اور شام کے پروگرام کی دعوت دی گئی۔ جس کے لئے رفقاء کی جماعتیں تشکیل دی گئیں۔ بزرگ رفقاء و احباب نے اس دوران بانیٔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطاب ''متاع الغرور'' بذریعہ VCD دیکھا۔ مغرب کے بعد جناب حافظ عبداللہ محمود نے عیدالضحیٰ اور فلسفہ قربانی کے موضوع پر ایمان افروز خطاب فرمایا۔ بعد ازاں سوال و جواب اور تعارف کی نشست ہوئی۔ شرکاء نے پروگرام میں بھرپور دلچسپی سے حصہ لیا۔ آخر میں احباب و رفقاء کی ماحضر سے تواضع بھی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(رپورٹ: قرۃ العین)

The whole confusion stems from deliberately concealing the concept of power in Islam. Those who are looking for modern terminologies, such as system and state, may never find these in the Qur'an as such. For men of understanding it is sufficient to analyze how Qur'an has been using the word *al-Deen* to explain both the concept of power and authority in Islam, as well as explaining the prescribed way of life for Muslims. The literal meanings of *Deen* are to: obey, become obedient, become abased and submissive and serve. All this, however, is impossible without the presence of some authority to be obeyed. There are other meanings of *Deen* as well, such as "a particular law", "a statute" "an ordinance", "requital", "recompense", "judgement", "reckoning", etc. So, the primary significance of the term din can be reduced to four: a) *indebtedness* b) *submissiveness* c) *judicious power* d) *natural inclination or tendency*. But when the preposition "*la*", i.e. Arabic letter "*laam*" is used with *Deen*, it means particularly, "obedience." For example, *lahu al-Deen* in verses 10:22, 16:52, 29:6531:32, 39:2, 39:11, 40:14, 40:65, and 98:5 specifically means that obedience [*Al-Deen*] is only to Allah, to any worldly authority or law. Obedience to worldly authority is allowed only when that authority is responsible for ensuring obedience to Allah (4:59, 4:83). To see how we cannot escape living one or another kind of *Deen* in any part of the world, and that the word *Deen* is linked to living a way of life and the overall set up of a society, we need to understand the verb *dana* which derives from *Deen* and conveys the meaning of being indebted. In the state in which one finds oneself in debt to a *Dain* (creditor), it follows that one subjects oneself to obeying to laws and ordinances governing debts, and also, in way, to the creditor, designated as a *Dain*.

One in debt is always under obligation, or *dayn*. Being under obligation naturally involves judgment (*daynunah*) and conviction (*idana)* as the case may be. All these significations, including their contraries inherent in *dana,* are practicable only in organized societies involved in commercial life in towns and cities, denoted by *mudun* or *madain*. A town or city (*madinah)* has a judge, ruler, or governor (*dayyan),* certain power structure and systems. Submission to this set up and feeling indebted and bound to obey the relevant laws, etc. makes one live according to the specific *Deen* of that city or state. According to the Holy Qur'an, man cannot escape being in the state of living a *Deen*. Hence the term *Deen* is also used to denote to ways of life other than Islam. However, what makes Islam different is that the submission according to the Islam is sincere and total submission to Allah's will and this is enacted willingly as absolute obedience to the law revealed by Him.

"*Do they seek other than the Deen of Allah? while all creatures in the heave and on the earth have, willing or unwilling, submitted to His Will, and to Him shall they all be returned.* " (3:83)

Establishing Islam is (*Fard-e-aen*)

The words *aqeemoo alddeena* in verse 42:13 clearly indicate *Iqaamat-e-Deen*, i.e. the setting up or establishment of a way of life which is impossible without the formal power structure and systems. Ask the defenders of Western civilization such as Daniel Pipes, Thomas Friedman and Bush and Blair to find out what they actually mean by defending their "way of life" or "life style." The instant answer would be the Western politico-socio-economic system. That is what the Qur'an means when it commands for establishing the way of life as prescribed by Allah. It can never be limited to just personal ethics or spirituality.

In the Qur'anic sense, *Al-Deen* is not of Bush or some secular institute. It is of Allah [10:22, 16:52, 29:6531:32, 39:2, 39:11, 40:14, 40:65, 98:5], so "*...establish Al-Deen...*" is actually establish the Deen of Allah, which means "establish obedience of Allah" and live according to the prescribed way of life. If the West cannot live its way of life, for instance say under the Taliban's or Saudi rule, how are Muslims expected to live the way of Allah under a secular rule? Establishing the Deen is actually establishing an order, a state that guarantees living a life under a complete politico-socio-economic order. Verse 3:19 says that *Al-Deen* as approved by Allah is Islam. The primary meanings of Islam are: submission and obedience to Allah not any pact designed by Bush and company; humility, submissiveness and conformance to the Laws of Allah, not the standards of rights and accountability set by advocates of cultural-uniformity sitting in the UN. Islam means taking upon oneself what Allah has ordained and His Messenger practically demonstrated and conveyed to the mankind, not what pleases the globalists. The crux is that the *Al-Hukm* [the command] is for none other than Allah. Verse 12:40 explains: "Verily *Al-Hukm* belong to none but Allah and He has commanded that you should serve none except Him; this is *Al-Deen-e-Qayyam* [the right *Deen*]." The word *Hakoomat* (government, governance) is derived from the word AL-HUKM in the Qur'an, used in the context of *Deen*.

To go further, consider verses 1:4 and 82:18-19, where *Al-Deen* is used with the word "*Maalik*" and "*Tamlik*." The root of these words is dominion, sovereignty, authority, kingship, rule and ownership. Verses 40:12 and 82:19-19 stress the fact that sovereignty belong to Allah alone. *Yaum-ul-Deen* is the time, day, era, age, *and zamaana* when none have the sovereignty, authority or dominion except Allah.

A holistic approach to the words *Deen, Islam, Iqaamat-e-Deen, Al-Hukm, Mulk* and their meanings lead us to the conclusion that *Deen* is not just about some rituals but it is about obedience of Allah, submission to the Laws of Allah, and establishment of the sovereignty, kingship and the rule of Allah throughout the world.

If unable to establish at global scale, Muslims are obliged, at the very least, to struggle for the establishment of an Islamic state/*Deen* where they are in majority but still living under an order based on principle and ways that are in total contradiction to the Qur'an and *Sunnah*.

effectively dead in modern day world. The standard these days is: who is with or against the US -- the sovereign, the mighty, the superior most?

Volunteerism in Jihad

The disappearance of distinction between friends and foes of Allah is the direct result of yet another secular misconception. According to secularists: "Everything was voluntary. Even when war-like situations arose the Prophet had to appeal for donations and voluntary contributions from Muslims. Contributions were often in the form of camels, horses or weapons like swords." We must not forget that only accepting Islam is voluntary. Volunteerism ends with surrendering oneself to Allah. Going to or financing war was a matter of free will for a short period of time. Later on, it was made obligatory. Verses 9:38-55 show how Allah did not like the Prophet's (PBUH) granting exemptions to some individuals from joining *Jihad*. Even their contributions were not accepted (9:53). It is also clear from the Qur'anic verse 2:216 that war was not voluntary? Allah clearly says: "*Warfare is ordained for you, though it is hateful unto you; but it may happen that ye hate a thing which is good for you...*"

Does the aforementioned secular argument not contradict the Qur'an that says: "The *(true) believers are those only who believe in Allah and His messenger and afterward doubt not, but strive with their wealth and their lives for the cause of Allah. Such are the sincere*" (49:15). Or "*Lo! Allah loveth them who battle for His cause in ranks, as if they were a solid structure*" (61: 4). And imagine with such assumption of volunteerism, how the secularists now deny the so transparent Qur'anic injunctions --- "*Make ready for them all thou canst of (armed) force and of horses tethered, that thereby ye may dismay the enemy of Allah and your enemy, and others beside them whom ye know not. Allah knoweth them. Whatsoever ye spend in the way of Allah it will be repaid to you in full, and ye will not be wrong*" (8:60). Armies are not needed for preaching a religion or enforcing the Qur'an as a moral guide. Armed forces are a strategic component of the over all power structure of Islam. When the secularists can deny and misinterpret these injunctions, one may expect anything from them.

Need for an Islamic State

Asghar Ali, chairman of the Centre for Study of Society and Secularism, Mumbai believes, the Qur'anic verses regarding marriage, divorce, inheritance, etc "were often revealed in response to either some questions from the Muslim men and women or in response to developing situations," which the later day Muslims codified in the form of *Shari'ah* laws and "Muslims follow as obligatory whether there is Islamic state or not." He concludes: "Thus it is not necessary to have an Islamic state for enforcing *Shari'ah* laws." The question that exposes this inanity is: How can a state follow both secular and *Shari'ah* laws to the full extent in a state? The secularists skip over the period of the Prophet (PBUH) and the *Khilafat e Rashida* to avoid seeing 'the power of Islam' after the conquest of Makka. As far as the civil wars during the Omwi and Abbasi rule are concerned, those can't be taken as an excuse for not having an Islamic state. Of course, 'Islamic state,' being a recent term, does not exist in the Qur'an and *Sunnah* as such. The term 'religion' (*Madhhab*) also do not exist there which is most commonly used for Islam. Actually an Islamic state is to be a state in which no legislation is done repugnant to the Qur'an/*Sunnah*. It is easy to declare that Islamic laws were revealed merely to create a just society rather than evolve any state structure. It is, however, very difficult to explain how would Muslims practice some injunctions of the Qur'an, such as avoiding *Riba*, in a secular state which is to the core structured in a way to promote un-Islamic systems and way of life. There are Qur'anic injunctions which can never be followed in a secular state. Mostly importantly, the basic duty of Muslims to establish Islam as a *Deen* can never be fulfilled through mixing faith and Godless freedom.

It is important to note in the light of Verse 12:76 that the Qur'an differentiates between *Deen il malik* (law of the king) and the law of Allah. Muslims are not supposed to live by *Deen il malik*. Instead, whosoever seek as *Deen* other than the *Deen* of Allah (*Wamaen yabtaghi ghayra al-islami Deenan*), "*it will not be accepted from him, and he will be a loser in the Hereafter*" (3:85). What else does a secular state follow other than the prohibited laws of men: *Deen il malik*.

It is really surprising to see that secularist Muslims are bent upon embracing theories, values and practices that are in total contradiction to the Qur'an. The circuitous secular arguments cannot absolve Muslim from the clear responsibility of establishing the *Deen* (3:85, 5:3, 2:208, 42:13) and the struggle to make it prevail over all other Deen (48:28, 9:33 and 61:9). Then Allah says: "*Faint not nor grieve, for ye will overcome them if ye are (indeed) believers.*" (3:139). It shows that for establishing Islam, Muslims have to "overcome," which is not possible without having the power of faith and associated military and political powers.

Despite rejecting the core message, the secularists agree that "Muslims have to follow these laws whether there is any Islamic state or not." When they have to, let us know how is it possible in a secularist state where one is not allowed to wear a head scarf. It is a confused mix of stating on the one hand that Islamic state is not a must, but advocating on the other that Muslims have to follows the laws of Islam.

The secularists further argue that "*Shari'ah* laws, since they are divine are followed voluntarily and no state is required to enforce them." So, divine should be followed voluntarily and man-made to be enforced with the state power. What a joke it is. Laws, divine or otherwise, always need enforcement. They are never accepted voluntary as they entail the element of exacting justice and the culprit and oppressor always try to avoid punishment. Someone from among the secularist shall answer how a Muslim thief, for instance, will go ahead and voluntarily cut his hand according to *Shari'ah* law in a secular state?

The concept of Power and State in

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 8

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Islam, Faith and Power.

Given the recent radicalization of secularists on a global scale, it is hardly surprising to find prominently featured articles, belittling the concept of power in Islam, in leading dailies of a Muslim country called Islamic Republic of Pakistan.

The bottom line of circuitous arguments in such write ups is that there is "no concrete evidence either in the Qur'an or in *Sunnah* that the Prophet (PBUH) ever made conscious efforts to acquire political power."

While the individuals involved in such campaigns may or may not in themselves amount for much, it is the discourse they engender that has implications. Their attempt to take secularism from the present extreme to yet another extreme only brings people closer to understanding the real message of Islam.

Ethics, power or both?

It is only such an understanding that helps one realize how a people from the most backward and depraved society went on to defeat two super powers of the age in a short period of time. They would not have achieved such a feat had they believed the Qur'an as nothing more than just a moral guide.The secularists are not taking the message of the Qur'an beyond its face value. It proves nothing to argue that all Makkan *surahs* (chapters) of the Qur'an talk generally of creation, day of judgement, good deeds, and of destruction of universe. All these concepts are stepping stones for achieving the higher purpose of human existence, achieving which is impossible with considering the Qur'an just a moral guide.

Devoiding Islam from the concept of power and authority fails us in understanding Qur'anic verses such as: "Allah has promised to those of you who believe and do good that He will most certainly make them rulers in the earth as He made rulers those before them, and that He will most certainly establish for them their religion which He has chosen for them.." *(24.55)*. When Allah makes them rulers, as He promised, would they be without political power and authority? More importantly, does Allah give a people rule without their genuine hankering for establishing a way of life as prescribed by Allah, and without their striving to gain the rule? As far as the lack of power structure in Islam is concerned, verses 4:59 and 4:83 refer to it, which we may be ignoring at our peril. Moreover, the concept of authority is not something new. Even Prophet Yusuf asked Allah: "*...Place me (in authority) over the treasures of the land...*" (12:55) and "*thus did We give to Yusuf power in the land -- he had mastery in it wherever he liked...*" (12:56).

The concept of power entails different types of powers, including military and political. It is not a new prerequisite for establishing the *Deen*. The Qur'an clearly instructs to punish those *who wage war against Allah* and His apostle and strive to make mischief in the land "*except those who repent before you have them in your power...*" (5:34). The point to ponder is: How would Muslims get the *enemies of Allah* in their power if they do not have power? Can they do so only through using the Qur'an as a moral guide without striving to have political and military power? It is abundantly clear that Muslims can never overcome the *enemies of Allah* simply by using the Qur'an as a manual for living an ethical life alone. It is either that the enemies of Allah do not exist any more or no distinction remains between the friends and foes of Allah.

The secularist confusion deepens with the assumption that the "original intention" of the Qur'anic revelation is "more moralistic than legalistic." Islam is not a matter of Qur'anic percentages. A greater portion of the Qur'an talking about moral issues does not mean to ignore its legal aspects. The Qur'an clearly says: "*And We have revealed to you the Book with the truth...We appoint a law and a way*" (05:48). The secular assertions in this regard not only ignores the message of the Qur'an given in 03:03; 33:36; 5:33, 38; 24:2; 24:4, 2:178; and 17:33, but also leads the seculars further astray into believing that the Prophet (PBUH) did not migrate to Madina with any intention to found any power structure.

If the Prophet (PBUH) went to Madina to escape persecution, there was no need for him to initiate wars after reaching there. Why did he not peacefully show the right path to people? There were eight strategically planned expeditions of surveillance against Makkans before the first battle of Badr. Here the secularists miss the crux of the message: the goal was to establish the right, rather than showing merely the right path. Establishing from roots always needs power and takes sacrifices.

Just as Americans are proud of their civilization — Thomas Friedman hardly finishes a write up in *New York Times* without asserting superiority of the American values and way of life — Makkans too were proud of their values and lifestyle. In such a situation, the Prophet's mission to spread the word of Allah and establish a new way of life was not possible without having power and authority. Prophet Muhammad sent 300 letters, including to leaders of the then super powers, and also dispatched military missions during his life time. Were such actions and the subsequent fall of the super powers possible without having a power base? If we do not see the modern institutions of governance established during the time of Prophet Muhammad (PBUH), it does not mean that Prophet Muhammad (PBUH) did not purposely acquire power and establish a power structure that could bring anyone at war with Allah to his knees. Unfortunately, the concept of the friends and foes of Allah has become